حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

لاہور آفس : یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
پوسٹ بکس نمبر 2074 لاہور پوسٹ کوڈ نمبر 54000 ☎ 6370371 - 042-6373310

نفس کا مقابلہ
کر نفس کا مقابلہ ہاں بار بار تو
سو مرتبہ بھی ہار کے ہمت نہ ہار تو
اس کو پچھاڑ کے بھی نہ پچھڑا ہوا سمجھ
ہر وقت اس سے چھپ کے رہ ہوشیار تو
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ
اے چت گرا ہوا
اے دغا باز

تالیف

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

ناشر:

انجمن احیاءِ السنۃ (رجسٹرڈ) نفیر آباد۔ باغبان پورہ۔ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920
فون: 5551774
Mobile:0300-9489624 E-mail: dramuqueem@yahoo.com

نام وعظ ——— جزاء الاعمال
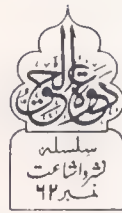
واعظ ——— حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

سرورق / جزوی کتابت ——— محمد علی زاہد

ناشر ——— انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ)

ملنے کے پتے
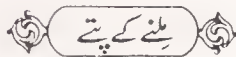
لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

بالمقابل چڑیا گھر۔ شاہراہ قائد اعظم۔ لاہور۔ پوسٹ بکس نمبر 54000:
پوسٹ بکس نمبر 2074 فیکس: 042-6370371 فون: 042-6373310
E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنہ (رجسٹرڈ) نفیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920
فون

نگران اشاعت ڈاکٹر عبد المقیم خلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

رہائش 32 راجپوت بلاک نفیر آباد باغبانپورہ۔ لاہور فون: 042-6551774
Mobile:0300-9489624 E-mail: dramuqueem@yahoo.com

فہرست مضامین

ابتدائیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ تَجْلُبُ النِّعَمُ بِطَاعَتِہٖ وَالنِّقَمُ بِعِصْیَانِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَکْمَلَانِ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ نَبِیِّہٖ الَّذِیْ جَعَلَ الْعِزَّ لِمَنْ وَالَاہُ وَالذُّلَّ وَالْھَوَانَ عَلٰی مَنْ عَادَاہُ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِی الْمَنْشَطِ وَالْمُکْرَہِ وَالْیُسْرِ وَالْعُسْرِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ وَوَفَّقَنَا لِاتِّبَاعِ بِھِمْ۔ اَمَّا بَعْدُ

یہ ناچیز ناکارہ اپنے دینی بھائیوں کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ اس وقت میں جو حالت ہم لوگوں کی ہے کہ طاعت میں کاہلی وغفلت اور معاصی میں انہماک وجرأت وہ ظاہر ہے، جہاں تک غور کیا گیا اس کی بڑی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ اعمال حسنہ وسیئہ کی پاداش صرف آخرت میں سمجھتے ہیں، اس کی ہر گز خبر تک نہیں کہ دنیا میں بھی اس کا کچھ نتیجہ مرتب ہوتا ہے اور غلبہ صفات نفس کے سبب دنیا کی جزا وسزا پر چوں کہ وہ سرِدست واقع ہو جاتی ہے زیادہ نظر ہوتی ہے، پھر عالم آخرت میں بھی جزا وسزا کے وقوع کو گو عقیدۃً ان اعمال کا ثمرہ جانتے ہیں مگر واقعی بات یہ ہے کہ جو علاقہ قوی مؤثر واثر میں اور سبب ومسبب میں سمجھنا چاہیے اور اسباب ومسببات دنیویہ میں سمجھتے ہیں وہ علاقہ اس قوت کے ساتھ اعمال اور ان کے ثمرات آخرت میں ہرگز نہیں سمجھتے بلکہ قریب قریب اس طرح کا خیال ہے کہ گویا اس عالم کے واقعات کا ایک مستقل سلسلہ ہے جس کو چاہیں گے پکڑ کر سزا دے دیں گے جس کو چاہیں گے خوش ہو کر نعمتوں سے مالا مال کر دیں گے اعمال کو

گویا اس میں کوئی دخل[1] ہی نہیں ہے حالاں کہ یہ خیال بے شمار آیات و احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے، چناں چہ عنقریب تفصیلاً معلوم ہوتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، اس لیے اس مرض کے دفع کرنے کے لیے دو امر ضروری خیال میں آئے **اوّل** کتاب و سنّت و ملفوظات محققین سے یہ دکھلایا جائے کہ جیسے آخرت میں اعمال پر جزا و سزا واقع ہوگی ایسے دُنیا میں بھی بعض آثار ان کے واقع ہوتے ہیں **دُوسرے** یہ ثابت کر دیا جائے کہ اعمال میں اور ثمراتِ آخرت میں ایسا قوی علاقہ ہے جیسا آگ جلانے اور کھانا پکانے میں یا کھانا کھانے میں اور شکم سیر ہو جانے میں یا پانی چھڑکنے میں اور آگ کے بجھ جانے میں ان دونوں امروں کے ثبوت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید قوی ہے کہ سر دست جزا و سزا ہو جانے کے یقین سے اور اسی طرح کارخانۂ دُنیا پر کارخانۂ آخرت کے مرتب ہونے کے غلبہ اعتقاد سے طاعات میں رغبت اور معاصی سے نفرت پیدا ہونا سہل ہے، آیندہ توفیق و امداد حق سُبحانہٗ و تعالیٰ کی جانب سے ہے، اسی غرض کی تکمیل کے واسطے یہ رسالہ مختصر سلیس اُردو میں جمع کیا جاتا ہے **جزاءُ الاعمال** اس کا نام رکھا جاتا ہے مضامین مذکورہ کے لحاظ سے رسالہ ہذا ایک مقدمہ اور چار باب اور ایک خاتمہ پر وضع کیا گیا۔

مقدمہ اس امر کے اجمالی بیان میں کہ اعمال کو جزا اور سزا میں دخل ہے۔

باب اوّل اس بیان میں کہ گناہ کرنے سے دُنیا کا کیا نقصان ہے۔

باب دوسرا اس بیان میں کہ طاعت و عبادت کرنے سے دُنیا کا کیا نفع ہے۔

باب تیسرا اس بیان میں کہ گناہ میں اور سزائے آخرت میں کیسا قوی تعلق ہے۔

---

[1] کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ اعمال کا دخل نہ ہونا تو حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جس میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ کوئی شخص عمل کے زور سے جنت میں نہ جائے گا انتہیٰ۔ دفعیہ اس شبہ کا یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عمل کو بالکل دخل ہی نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ عمل پر مغرور ہو کر نہ بیٹھ جائے، جزو اخیر علّت تامہ کا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے و بس، گویا یہ فضل بھی اعمال نیک سے نصیب ہوتا ہے سو عمل ہی علّت تامہ کا ایک جزو ٹھہرا۔ قَالَ اللہُ تَعَالیٰ اِنَّ رَحْمَتَ اللہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

باب چوتھا اس بیان میں کہ طاعت کو جزائے آخرت میں کیسا کچھ دخل وتاثیر ہے۔

خاتمہ بعض مخصوص اعمال حسنہ یا سیئہ کے بیان میں جس کے کرنے یا نہ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے اور بعض شبہات کے جواب میں جو اکثر عوام کے لیے باعث بے باکی ہو گئے ہیں۔

اللہ سُبحانہ وتعالےٰ اپنے فضل وکرم سے اس کی تکمیل فرماتے اور اس کو ذریعہ ہدایت ورشد کا بنا وے اور جو خطا ظاہری یا باطنی مجھ سے سرزد ہو جاوے اس کو معاف فرمائے۔

اٰمِیْنَ وَالْاٰنَ نَشْرَعُ وَنَسْتَعِیْنُ

محمّد اشرف علی

حاصلِ تصوّف

"وہ ذرا سی بات جو حاصِل ہے تصوّف کا، یہ ہے کہ جس طاعت میں سُستی محسوس ہو، سُستی کا مقابلہ کر کے اس طاعت کو کرے اور جس گناہ کا تقاضہ ہو، تقاضے کا مقابلہ کرے اس گناہ سے بچے جس کو یہ بات حاصل ہو گئی اس کو پھر کچھ بھی ضرورت نہیں کیوں کہ یہی بات تعلق مع اللہ پیدا کرنے والی ہے اور یہی اس کی محافظ ہے اور یہی اس کو بڑھانے والی ہے۔"

(حکیم الاُمّت حضرت تھانویؒ)

مقدمہ

"اُس امر کے اجمالی بیان میں کہ اعمال سبب ہیں جزا و سزا کے"

قرآن مجید میں مختلف عنوانات سے یہ امر مذکور ہے کہیں تو عمل کو شرط اور ثمرہ کو جزا قرار دیا ہے چناں چہ ارشاد ہے فَلَمَّا عَتَوْا عَمَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ[1] یعنی جب ان لوگوں نے سرکشی اختیار کی اس چیز سے کہ بے شک وہ اس سے منع کیے گئے تھے، سو ہم نے ان کو کہا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ سرکشی کے سبب یہ سزا ملی اور ارشاد ہے فَلَمَّا آسَفُونَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ[2] یعنی جب انہوں نے ہم کو ناخوش کیا ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو ناخوش کرنا سبب ہُوا انتقام کا اور ارشاد ہے۔ إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ[3] یعنی اگر تم اللہ تعالےٰ سے ڈرو، اللہ تعالےٰ تمہارے لیے فیصلہ کر دیں اور دُور کر دیں تم سے تمہاری بُرائیاں اور ارشاد ہے لَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا[4] یعنی اگر وہ لوگ مستقیم رہتے راہ پر، البتہ پینے کو دیتے ہم ان کو پانی بکثرت، اور ارشاد ہے فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ[5] یعنی اگر وہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے بھائی ہیں دین میں، اور کہیں فاء سببیہ لاتے ہیں، چناں چہ ارشاد

[1] سورۃ اعراف آیت ۱۶۶ [2] سورۃ زخرف آیت ۵۵ [3] سورۃ انفال آیت ۲۹ [4] سورۃ جن آیت ۱۶ [5] سورۃ توبہ آیت ۱۱

ہے کہ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ[1] یعنی یہ سزا بسبب ان اعمال کے ہے
جو کہ تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں، اور ارشاد ہے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ[2]
یعنی یہ جزا بہ سبب اس کام کے ہے جس کو تم کرتے تھے، اور ارشاد ہے ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا یعنی یہ بسبب اس کے ہے کہ انہوں نے انکار کر
دیا ہماری نشانیوں کا، اور کہیں فائے سببیہ لائے ہیں، چناں چہ ارشاد ہے
فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ[3] یعنی انہوں نے نافرمانی کی اپنے پروردگار
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پس پکڑ لیا ان کو، اور ارشاد ہے فَكَذَّبُوْهُمَا
فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ یعنی ان لوگوں نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تکذیب
کی پس ہوئے ہلاک کیے ہوؤں سے، کہیں کلمہ لَوْلَا وارد ہے چناں چہ ارشاد ہے
فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ[4]
یعنی اگر یونس علیہ السلام تسبیح کرنے والوں سے نہ ہوتے تو ٹھہرے رہتے مچھلی
کے پیٹ میں قیامت کے دن تک، صاف معلوم ہوتا ہے کہ تسبیح کی بدولت اس
قید سے رہائی ہوئی، کہیں لفظ لَوْ آیا ہے چناں چہ ارشاد ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا
مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ[5] یعنی اگر وہ لوگ کرتے اس کام کو جس کی
وہ نصیحت کیے جاتے ہیں تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔ تمام آیتیں صاف صاف کہہ
رہی ہیں کہ اعمال اور جزا میں ضرور علاقہ ہے۔

محمد اشرف علی

---

[1] سورۂ انفال آیت ۵۱ [2] سورۂ حاقہ آیت ۱۰ [3] سورۂ صفت آیت ۱۴۳، ۱۴۴ [4] سورۂ نسا آیت ۶۶

باب اوّل

"اس بیان میں کہ گناہ کرنے سے دنیا کا کیا نقصان ہے"؟

یوں تو یہ مضرتیں اس کثرت سے ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا، مگر اس مقام پر اولاً کچھ آیات واحادیث سے اجمالاً بعض آثار بتلاتے ہیں، اس کے بعد کسی قدر تفصیل و ترتیب سے لکھیں گے۔ قرآن مجید میں جو نافرمانوں کے جابجا قصے اور اس کے ساتھ ان کی سزائیں مذکور ہیں، کس کو معلوم نہیں، وہ کیا چیز ہے جس نے ابلیس کو آسمان سے نکال کر زمین پر پھینکا۔ یہی نافرمانی ہے جس کی بدولت وہ ملعون ہوا، صورت بگاڑ دی گئی، باطن تباہ ہو گیا، بجائے رحمت کے لعنت نصیب ہوئی، قرب کے عوض بُعد حصہ میں آیا، تسبیح و تقدیس کی جگہ کفر و شرک، جھوٹ فحش انعام میں ملا۔ وہ کیا چیز ہے جس نے نوح علیہ السلام کے زمانہ میں تمام اہل زمین کو طوفان میں غرق کر دیا۔ وہ کون چیز ہے کہ جس سے ہوائے تُند کو قوم عاد پر مسلط کیا گیا، یہاں تک کہ زمین پر پٹک پٹک کے مارے گئے، وہ کون چیز ہے جس سے قوم ثمود پر چیخ آئی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور تمامہم ہلاک ہو گئے، وہ کون چیز ہے جس سے قوم لوط علیہ السلام کی بستیاں آسمان تک لے جا کر الٹی گرائی گئیں اور اوپر سے پتھر برسائے گئے، وہ کون چیز ہے جس سے قوم شعیب علیہ السلام پر بشکل سائبان ابر کے عذاب آیا اور اس سے آگ برسی، وہ کون چیز ہے جس سے قوم فرعون بحر قلزم میں غرق کی گئی وہ کون چیز ہے جس سے قارون زمین میں دھنسایا گیا اور پیچھے سے گھر اور اسباب اس کے ہمراہ ہوا۔ وہ کون چیز ہے جس سے ایک بار بنی اسرائیل پر ایسی قوم کو مسلط

کیا کہ جو سخت لڑائی والی تھی اور وہ ان کے گھروں کے اندر گھس گئے اور ان کو زیر و زبر کر ڈالا، اور پھر دوسری بار ان کے مخالفین کو ان پر غالب کیا جس سے ان کا پھر بنا بنایا کارخانہ تباہ و برباد ہُوا اور وہ کون چیز ہے جس نے انہیں بنی اسرائیل کو طرح طرح کی مصیبت و بلا میں گرفتار کیا، کبھی قتل ہُوئے، کبھی قید، کبھی ان کے گھر اُجاڑے گئے، کبھی ظالم بادشاہ ان پر مسلط ہُوئے، کبھی وہ جلا وطن کیے گئے، وہ چیز جس کے یہ آثار ظاہر ہُوئے اگر نافرمانی نہیں تھی تو پھر کیا تھا؟ ان قصوں کو جا بجا ذکر فرمایا گیا اور نہایت مختصر الفاظ میں اسکی وجہ ارشاد ہوئی فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ[1] یعنی اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ ان پر ظلم کرتے لیکن وہ تو خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے، دیکھیے ان لوگوں نے اسی گناہ کی بدولت دُنیا میں کیا خرابیاں بھگتیں، امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ جب قبرص فتح ہوا، جبیر بن نضیرؓ نے ابو درداؓ کو دیکھا کہ اکیلے بیٹھے رو رہے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا اے ابو درداؓ! ایسے مبارک دن میں رونا کیسا جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہلِ اسلام کو عزت دی، انھوں نے جواب دیا کہ اے جبیرؓ! افسوس ہے تم نہیں سمجھتے جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کرتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیسی ذلیل و بے قدر ہو جاتی ہے دیکھو کہاں تو یہ قوم برسرِ حکومت تھی، خدا کا حکم چھوڑ نا تھا اور ذلیل و خوار ہونا، جس کو تم اس وقت ملاحظہ کر رہے ہو وہ سند میں ہے، ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهٗ یعنی بے شک آدمی محروم ہو جاتا ہے رزق سے گناہ کے سبب جس کو اختیار کرتا ہے، ابن ماجہ میں عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم دس آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپؐ ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمانے لگے کہ پانچ چیزیں ہیں،

---

[1] سورۂ روم، آیت نمبر ۹

میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ۔ جب کسی قوم میں بے حیائی کے افعال علی الاعلان ہونے لگیں گے وہ طاعون میں مبتلا ہوں گے اور ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے جو ان کے بڑوں کے وقت میں نہیں ہوئیں اور جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کرے گی قحط اور تنگی اور ظلم حکام میں مبتلا ہوں گے، اور نہیں بند کیا کسی قوم نے زکوٰۃ کو مگر بند کیا جاوے گا بارانِ رحمت ان سے، اگر بہائم نہ ہوتے تو کبھی ان پر بارش نہ ہوتی اور نہیں عہد شکنی کی کسی قوم نے مگر مسلط فرماوے گا اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو غیر قوم سے جبر لیں گے ان کے اموال کو۔ ابن ابی الدنیا روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سبب زلزلہ کا دریافت کیا، انہوں نے فرمایا، جب لوگ زنا کو مثل مباح کی طرح بے باکی سے کرنے لگتے ہیں اور شرابیں پیتے ہیں اور معازف بجاتے ہیں اللہ تعالےٰ کو آسمان میں غیرت آتی ہے، زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ ان کو ہلا ڈال اور عمر بن عبد العزیزؒ نے جا بجا یہ حکم نامے شہروں میں بھیجے جن کا مضمون یہ ہے۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے مدعا یہ ہے کہ یہ زلزلہ زمین کا علامتِ عتابِ الٰہی ہے میں نے تمام شہروں میں لکھ بھیجا ہے کہ فلاں تاریخ فلاں مہینے میں میدان میں نکلیں یعنی دعا و تضرع کے لیے اور جس کے پاس کچھ روپیہ پیسہ بھی ہو وہ خیرات بھی کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قَدْ اَفْلَحَ[1] مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى[2] اور کہو کہ جس طرح آدم علیہ السلام نے کہا تھا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ[3] اور جس طرح نوحؑ نے کہا تھا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ اور جس طرح یونس علیہ السلام نے کہا تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ[4]

۱؎ تحقیق فلاح پائی جس شخص نے پاکی حاصل کی اور ذکر کیا نام اپنے رب کا اور نماز پڑھی اور بعض نے تزکّٰی زکوٰۃ سے لیا ہے۔ ظاہراً عمر بن عبد العزیزؓ کے نزدیک یہی تفسیر ہے ۱۲ منہ

۲؎ سورۂ اعلیٰ، آیت نمبر ۱۴، ۱۵ ۔ ۳؎ سورۂ اعراف، آیت نمبر ۲۳ ۔ ۴؎ سورۂ انبیاء آیت نمبر ۸۷

ابن ابی الدنیاؒ نے روایت کیا ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ عزوجل بندوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں، بچے بکثرت مرتے ہیں اور عورتیں بانجھ ہوجاتی ہیں۔ مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کتبِ حکمت میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اللہ ہوں بادشاہوں کا مالک ہوں ان کا دل میرے ہاتھ میں ہے پس جو شخص میری اطاعت کرتا ہے میں ان کے بادشاہوں کا دل اس پر مہربان کردیتا ہوں اور جو میری نافرمانی کرتا ہے میں انہیں بادشاہوں کو اس شخص پر عقوبت مقرر کرتا ہوں، تم بادشاہوں کو بُرا کہنے میں مشغول مت ہو، میری طرف رجوع کرو میں ان کو تم پر نرم کردوں گا، امام احمدؒ نے وہبؒ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ جب میری اطاعت کی جاتی ہے میں راضی ہوتا ہوں اور جب راضی ہوتا ہوں برکت کرتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں اور جب میری اطاعت نہیں ہوتی غضبناک ہوتا ہوں، لعنت کرتا ہوں اور میری لعنت کا اثر سات پشت تک رہتا ہے۔
امام احمدؒ نے وکیعؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت معاویہؓ کو خط میں لکھا کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی بے حکمی کرتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والا خود بخود ہجو کرنے لگتا ہے اور بہت احادیث و آثار میں مضرتیں گناہ کی جو دنیا میں پیش آتی ہیں مذکور ہیں، اب بعض نقصانات تفصیل و ترتیب سے مرقوم ہوتے ہیں، آسانی کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کے لیے فصلیں مقرر کی جائیں۔

فصل ۱۔ (علم سے محرومی)

ایک اثر معاصی کا یہ ہے کہ آدمی علم سے محروم رہتا ہے کیوں کہ علم ایک باطنی نور ہے اور معصیت سے نورِ باطن بجھ جاتا ہے۔ امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کو وصیت فرمائی اِنِّیۡٓ اَرَی اللّٰہَ تَعَالٰی قَدۡ اَلۡقٰی عَلٰی قَلۡبِکَ نُوۡرًا فَلَا تُطۡفِئۡہُ بِظُلۡمَۃِ الۡمَعۡصِیَۃِ

یعنی میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلب میں ایک نور ڈالا ہے سو تم اس کو تاریکی معصیت سے مت بجھا دینا۔

فصل ۲۔ (رزق میں کمی)

ایک نقصان گناہ کا دُنیا میں یہ ہے کہ رزق کم ہو جاتا ہے اس مضمون کی حدیث اوپر آچکی ہے۔

فصل ۳۔ (حق تعالیٰ شانہ سے وحشت)

ایک نقصان یہ ہے کہ عاصی کو اللہ تعالیٰ سے ایک وحشت سی رہتی ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ ذرا بھی ذوق ہو تو سمجھ سکتا ہے کسی شخص نے ایک عارف سے وحشت کی شکایت کی، انہوں نے فرمایا۔

اِذَا کُنْتَ[1] قَدْ وَحَشَتْكَ الذُّنُوْبُ۔ فَدَعْ اِذَا شِئْتَ وَاسْتَأْنِسْ

فصل ۴۔ (عوام الناس سے وحشت)

ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت کرنے سے آدمیوں سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے خصوص نیک لوگوں سے کہ ان کے پاس بیٹھ کر دل نہیں لگتا اور جس قدر وحشت بڑھتی جاتی ہے ان لوگوں سے دوری اور ان کی برکات سے محروم ہوتا جاتا ہے، ایک بزرگ کا قول ہے کہ مجھ سے کبھی معصیت سرزد ہو جاتی ہے تو اس کا اثر اپنی بی بی اور جانور کے اخلاق میں پاتا ہوں کہ پوری طرح مطیع نہیں رہتے۔

فصل ۵۔ (کامیابی کے راستے بند)

ایک نقصان یہ ہے کہ عاصی کو اکثر کارروائیوں میں دُشواری پیش آتی ہے جیسے تقویٰ[2] کرنے سے کامیابی کی راہیں نکل آتی ہیں، ایسے ہی ترکِ تقویٰ سے کامیابی کی

---

[1] یعنی جب وحشت میں ڈالے تجھ کو گناہ سو تجھ کو جب رفع وحشت منظور ہو گناہ کو چھوڑ اور انس حاصل کرلے ۱۲ منہ

[2] قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ۱۲ منہ

کی راہیں بند ہو جاتی ہیں ۔

فصل ٦ ۔ (قلب میں ظلمت محسوس ہونا)

ایک نقصان یہ ہے قلب میں ایک تاریکی سی معلوم ہوتی ہے، ذرا بھی دل میں غور کیا جائے تو یہ ظلمت صاف محسوس ہوتی ہے اس ظلمت کی قوت سے ایک حیرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے بدعت و ضلالت و جہالت میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے اور اس ظلمت کا اثر قلب سے آنکھ میں آتا ہے اور پھر چہرہ پر ہر شخص کو یہ سیاہی نظر آنے لگتی ہے، فاسق کیسا ہی حسین و جمیل ہو مگر اس کے چہرہ پر ایک بے رونقی کی سی کیفیت ضرور ہوتی ہے ۔ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نیکی کرنے سے چہرہ پر رونق، قلب میں نور، رزق میں وسعت، بدن میں قوت، لوگوں کے قلوب میں محبت پیدا ہوتی ہے اور بدی کرنے سے چہرہ پر بے رونقی، قبر اور قلب میں ظلمت، بدن میں سُستی، رزق میں تنگی، لوگوں کے دلوں میں بغض ہوتا ہے ۔

فصل ۷ ۔ (دل اور بدن کا کمزور ہونا)

ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت سے دل اور جسم میں کمزوری پیدا ہوتی ہے، دل کی کمزوری تو ظاہر ہے کہ امورِ خیر کی ہمت گھٹتے گھٹتے بالکل نابود ہو جاتی ہے رہ گئی بدن کی کمزوری، سو بدن تو قلب کا تابع ہے ۔ جب یہ کمزور ہے تو وہ بھی ضعیف ہوگا، دیکھو تو کفار فارس و روم کیسے قوی الجثہ تھے ، مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے ۔

فصل ۸ ۔ (طاعت سے محرومی)

ایک نقصان یہ ہے کہ آدمی طاعت سے محروم ہو جاتا ہے، آج ایک طاعت گئی، کل دوسری چھوٹ گئی، پرسوں تیسری رہ گئی، یوں ہی سلسلہ وار تمام نیک کام بدولت گناہ کے اس کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں، جیسے کسی نے ایک لقمۂ لذیذ ایسا کھایا

جس سے ایسا مرض پیدا ہوگیا کہ ہزاروں لذیذ کھانوں سے محروم کر دیا۔

فصل ۹۔ (عمر کا کم ہونا)

ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت سے عُمر گھٹتی ہے اور اس کی برکت ٹلتی ہے کیوں کہ (بر) نیکی سے عمر بڑھ جانا حدیثِ صحیح سے ثابت ہے تو فجور سے گھٹنا اسی سے سمجھ لیجئے اور یہ شبہ نہایت ضعیف ہے کہ عمر تو مقدر ہے وہ کیسے گھٹ بڑھ سکتی ہے کیوں کہ عمر کی کیا تخصیص ہے یہ سب چیزیں مقدر ہی ہیں۔ امیری اور غریبی، صحت و مرض سب میں یہی شبہ ہو سکتا ہے، مگر پھر بھی ان امور کو اسباب کے ساتھ مربوط سمجھ کر تدبیر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی حال عمر کا سمجھ لینا چاہیے۔

فصل ۱۰۔ (گناہوں میں بکثرت مبتلا ہونا)

ایک نقصان یہ ہے کہ معصیتِ اوّل، دوسری معصیت کا سبب ہو جاتی ہے وہ تیسری کا، اسی طرح شدہ شدہ معاصی کی کثرت ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ عاصی گناہوں میں گھر جاتا ہے، دوسرے یہ کہ کرتے کرتے اس کی عادت ہو جاتی ہے کہ چھوڑنا دشوار ہوتا ہے پھر اس کو اسی ضرورت سے کرتا ہے کہ نہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے اور پھر اس کم بخت میں لطف و لذّت بھی نہیں رہتی۔

فصل ۱۱۔ (توفیقِ توبہ سلب ہونا)

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے ارادہ توبہ کا کمزور ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ بالکل توبہ کی توفیق نہیں رہتی، اسی حالت میں موت آجاتی ہے۔

فصل ۱۲۔ (گناہوں کی بُرائی کا احساس دل سے نکلنا)

ایک نقصان یہ ہے کہ چند روز میں اس معصیت کی بُرائی دل سے نکل جاتی ہے اس کو بُرا نہیں سمجھتا، نہ اس بات کی پرواہ ہوتی ہے کہ کوئی دیکھ لے گا بلکہ خود تفاخراً اس کا ذکر کرتا ہے۔ ایسا شخص معافی سے دُور ہوتا جاتا ہے، جیسا ارشاد فرمایا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًی اِلَّا الْمُجَاهِرِیْنَ وَاِنَّ مِنَ الْاِجْهَارِ اَنْ يَّسْتُرَ اللّٰهُ عَلَى الْعَبْدِ ثُمَّ يُصْبِحُ يَفْضَحُ نَفْسَهٗ وَيَقُوْلُ يَا فُلَانُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا فَتَهَتَّكَ نَفْسَهٗ وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهٗ رَبُّهٗ۔ خلاصہ مطلب کا یہ ہے کہ سب کے لیے معافی کی امید ہے مگر جو لوگ کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں اور یہ بھی کھلم کھلا ہی کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ستاری فرمائی تھی مگر صبح کو خود اپنے کو فضیحت کرنا شروع کیا کہ میاں فلانے ! ہم نے فلاں فلاں دن فلاں کام کیا تھا۔ خود اپنی پردہ دری کی، حالاں کہ خدا تعالیٰ نے چھپا لیا تھا اور کبھی گناہ کی برائی زیادہ ہوتے ہوتے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے اسی واسطے بزرگ کا قول ہے کہ "تم تو گناہوں سے ڈرتے ہو اور مجھے کفر کا خوف ہے۔

فصل ۱۳۔ (دشمنانِ خدا سے مشابہت)

ایک نقصان یہ ہے کہ ہر معصیت دشمنانِ خدا میں سے کسی کی میراث ہے تو گویا یہ شخص ان ملعونوں کا وارث بنتا ہے۔ مثلاً لواطت قومِ لوط علیہ السلام کی میراث ہے، کم ناپنا کم تولنا قومِ شعیب علیہ السلام کی میراث ہے، علو و فساد فرعون اور اس کی قوم کی میراث ہے، تکبر و تجبر قومِ ہود علیہ السلام کی، تو یہ عاصی ان لوگوں کی وضع و ہیئت بناتے ہوئے ہے۔ مسند احمدؒ میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ یعنی جو شخص کسی قوم کی وضع بنائے وہ انہیں میں شمار ہے۔

فصل ۱۴۔ (دربارِ الٰہی میں ذلیل و خوار ہونا)

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شخص بے قدر و خوار ہو جاتا ہے اور جب خالق کے نزدیک خوار و ذلیل ہو گیا، مخلوق میں بھی اس کی عزت

لے سورۂ حج آیت نمبر ۱۸

نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ یعنی

ے عزیزیکہ از درگہش سر بتافت بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

اگر چہ لوگ بخوف اس کے ظلم و شرارت کے اس کی تعظیم کرتے ہیں مگر کسی کے دل میں عظمت نہیں رہتی۔

فصل ۱۵۔ (دوسری مخلوقات کی لعنت کا مورد ہونا)

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کی نحوست جیسے اس شخص کو پہنچتی ہے، اسی طرح کا ضرر دوسری مخلوقات کو بھی پہنچتا ہے وہ سب اس پر لعنت کرتے ہیں، گناہ کی سزا تو الگ ہوگی، یہ لعنت اس پر طرہ ہے، مجاہد فرماتے ہیں کہ بہائم نافرمانی کرنے والے آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں جب کہ قحط سخت ہوتا ہے اور بارش رُک جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ابن آدم کے گناہ کی نحوست سے ہے۔

فصل ۱۶۔ (عقل میں فتور اور فساد آنا)

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے عقل میں فتور و فساد آجاتا ہے کیونکہ عقل ایک نورانی چیز ہے کدورت و معصیت سے اس میں کمی آجاتی ہے بلکہ خود گناہ کرنا دلیل کم عقلی کی ہے اگر اس شخص کی عقل ٹھکانے ہوتی تو ایسی حالت میں گناہ ہو سکتا ہے کہ یہ شخص خدا کی قدرت میں ہے، ان کے ملک میں رہتا ہے اور وہ دیکھ بھی رہے ہیں، ان کے فرشتے گواہ بن رہے ہیں، قرآن مجید منع کر رہا ہے، ایمان منع کر رہا ہے، موت منع کر رہی ہے، دوزخ منع کر رہی ہے۔ گناہ کرنے سے اس قدر سرور و لذت نصیب نہ ہوگا جس قدر دُنیا اور آخرت کے منافع اس سے فوت ہو گئے۔ بھلا کوئی عقل سلیم والا ان باتوں کے ہوتے ہوئے گناہ کر سکتا ہے۔

فصل ۱۷۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت میں داخل ہونا)

ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی لعنت میں داخل ہو جاتا ہے کیوں کہ آپ نے بہت سے گناہوں پر لعنت فرمائی ہے اور جو گناہ ان گناہوں سے بڑھ کر ہیں ان پر تو بدرجۂ اولیٰ استحقاقِ لعنت ہے مثلاً لعنت فرمائی آپ نے اس عورت پر جو گووے اور گودوائے اور جو غیر کے بال اپنے بالوں میں ملا کر دراز کرے اور جو دوسرے سے یہ کام لے اور لعنت فرمائی ہے آپ نے سُود لینے والے پر اور دینے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کے گواہ پر اور لعنت فرمائی ہے آپ نے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لیے حلالہ ہو، یعنی جب نکاح میں اس کو شرط ٹھہرایا جائے اور لعنت فرمائی ہے چور پر اور لعنت فرمائی ہے شراب پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے نچوڑنے والے پر اور نچڑوانے والے پر اور بیچنے والے پر اور خریدنے والے پر اور اس کے دام کھانے والے پر اور اس کو لاد کر لائے اور جس کے لیے لاد کر لائی جائے اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو اپنے باپ کو بُرا کہے اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو جاندار چیز کو نشانہ بناوے اور لعنت فرمائی ہے ان مَردوں پر جو عورتوں کی مشابہت کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی وضع بنائیں اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو دین میں کوئی نئی بات نکالے یا ایسے شخص کو پناہ دے اور لعنت فرمائی ہے تصویر بنانے والے پر اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو قوم لوط کا سا عمل کرے اور لعنت فرمائی ہے اس پر جو کسی جانور سے صحبت کرے اور لعنت فرمائی ہے اس پر جو جانور کے چہرے پر داغ لگائے اور لعنت فرمائی اس شخص پر جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے یا اس کے ساتھ فریب کرے اور لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو قبروں پر جاویں اور ان لوگوں پر جو وہاں سجدہ کریں یا چراغ رکھیں اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو کسی عورت کو اس کے خاوند سے یا غلام کو اس کے آقا سے بہکا کر بھڑکا دے اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو کسی

عورت کے پیچھے کے مقام پر صحبت کرے اور ارشاد فرمایا کہ جو عورت اپنے خاوند سے خفا ہو کر رات کو الگ رہے صبح تک اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں اور لعنت فرمائی اس شخص پر جو اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور سے نسب ملا دے اور فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کی طرف لوہے سے اشارہ کرے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں اور لعنت فرمائی اس پر جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بُرا کہے اور لعنت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر جو زمین میں فساد مچائے اور قطع رحم کرے اور اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو ایذا دے اور لعنت فرمائی ہے اس پر جو کہ احکام خداوندی کو چھپائے اور لعنت فرمائی ہے ان لوگوں پر جو پارسا بیبیوں کو جن کو ان قصوں کی خبر تک نہیں اور ایماندار ہیں۔ زنا کی تہمت لگائیں اور لعنت فرمائی اس شخص پر جو کافروں کو مسلمانوں کے مقابلے میں ٹھیک راہ بتائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو رشوت دے اور جو لے اور جو درمیان میں پڑے اور بہت افعال پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ اگر گناہ میں اور کوئی بھی ضرر نہ ہوتا تو کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا مورد ہو گیا۔ نعوذ باللہ۔

فصل ۱۸۔ (فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہونا)

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے فرشتوں کی دُعا سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو فرشتے عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے گرد و پیش ہیں وہ تسبیح و تحمید کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے مغفرت مانگتے ہیں کہ یا اللہ آپ کی رحمت اور علم بہت وسیع ہے ایسے

لوگوں کو بخش دیجئے جو آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ کی راہ کی پیروی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو عذاب جہنم سے بچا لیجئے۔ دیکھئے اس آیت سے صاف معلوم ہُوا کہ فرشتے ان مومنوں کے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہُوئی راہ چلتے ہیں جس حالت میں گناہ کرکے وہ راہ چھوڑدی، اس دولت کا کہاں مستحق رہا۔

فصل ۱۹- (پیداوار میں کمی آنا)

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے طرح طرح کی خرابیاں زمین میں پیدا ہوتی ہیں، پانی، ہَوا، غلّہ، پھل ناقص ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ [2] یعنی ظاہر ہو گیا بگاڑ بستی اور جنگل میں، سبب ان اعمال کے جن کو لوگوں کے ہاتھ کر رہے ہیں اور امام احمدؒ نے ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا ہے کہ میں نے بنی امیہ کے کسی خزانہ میں گیہوں کا دانہ کھجور کی گٹھلی کے برابر دیکھا، ایک تھیلی میں تھا اور اس پر یہ لکھا تھا کہ یہ زمانہ عدل میں پیدا ہوتا تھا اور بعض صحرائی لوگوں کا بیان ہے کہ پہلے زمانے کے پھل اس وقت کے پھلوں سے بڑے ہوتے تھے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آوے گا چوں کہ اس وقت طاعت کی کثرت ہوگی اور زمین گناہوں سے پاک ہو جاوے گی پھر اس کی برکتیں عود کر آئیں گی، یہاں تک کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ایک انار بڑی جماعت کو کافی ہوگا۔ اور وہ اس کے سایہ میں بیٹھ سکیں گے، انگور کا خوشہ اتنا بڑا ہوگا کہ ایک اُونٹ پر بار ہوگا، اس سے ثابت ہوا کہ یہ روز روز کی بے برکتی ہماری خطا اور گناہ کا ثمرہ ہے۔

فصل ۲۰- (شرم اور غیرت کا جاتا رہنا)

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے حیا و غیرت جاتی رہتی ہے اور جب شرم نہیں رہتی تو یہ شخص جو کچھ کر گزرے تھوڑا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

[1] سُورۂ مومن آیت نمبر، [2] سُورۂ رُوم آیت نمبر ۴۱

فصل ۲۱- (اللہ تعالیٰ کی عظمت دل سے نکلنا)

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کے دل سے نکل جاتی ہے، بھلا اگر خداوندی عظمت اس کے دل میں ہوتی تو مخالفت پر قدرت ہو سکتی؟ جب اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کی عزت نہیں رہتی، پھر یہ شخص اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔

فصل ۲۲- (بلاؤں کا ہجوم اور نعمتوں کا سلب ہونا)

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے نعمتیں سلب ہو جاتی ہیں اور بلاؤں اور مصیبتوں کا ہجوم[1] ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے فرماتے ہیں کہ نہیں نازل ہوتی کوئی بلا مگر بسبب گناہ کے اور نہیں دور ہوتی کوئی بلا مگر بسبب توبہ کے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ[2] یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب سے آتی ہے اور بہت سی باتوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں اور ارشاد ہے، ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ[3] یعنی یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی اس نعمت کو نہیں بدلتا جو کسی قوم کو دی ہو یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے ذاتی حالات کو بدل ڈالیں، اس سے معلوم ہوا کہ زوالِ نعمت گناہ ہی سے ہوتا ہے۔

فصل ۲۳- (القابِ مذمّت کا مستحق ہونا)

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے مدح و شرف کے القاب سلب ہو کر

---

[1] کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ ہم تو گناہ کرنے والوں کو بڑے عیش میں دیکھتے ہیں کیونکہ یہ استدراج ہے اس کا اور بھی زیادہ خطرہ ہے جیسے مکتب میں کوئی لڑکا سبق یاد نہ کرتا ہو اور معلم ضداً سزا نہیں دیتا کہ کل کو سبق نہ یاد نکلے اس وقت اکٹھی سزا ہو۔ ۱۲ منہ

[2] سورۃ شورٰی آیت نمبر ۳۰ [3] سورۃ انفال آیت نمبر ۵۳

مذمت اور ذلت کے خطاب ملتے ہیں مثلاً نیک کام کرنے سے یہ القاب عطا ہوتے تھے مومن، بر، مطیع، منیب، ولی، ورع، مصلح، عابد، خائف، اواب، طیب، رضی، تائب حامد، راکع، ساجد، مسلم، قانت، صادق، صابر، خاشع، متصدق، صائم، عفیف، ذاکر ونحو ذلک، جب بُرا کام کیا یہ خطابات ملے، فاجر، فاسق، عاصی، مخالف، مُسئ، مفسد، خبیث مسخوط، زانی، سارق، قاتل، کاذب، خائن، لوطی، قاطع رحم، متکبر، ظالم، ملعون، جاہل وغیر ذالک۔

فصل ۲۴۔ (شیاطین کا مسلط ہونا)

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے شیاطین اس پر مسلط ہو جاتے ہیں کیونکہ طاعت ایک خداوندی قلعہ ہے جس کے سبب اعدائ کے غلبہ سے محفوظ رہتا ہے جب قلعہ سے باہر نکلا، دشمنوں نے گھیر لیا پھر وہ شیاطین جس طرح چاہتے ہیں اس میں تصرف کرتے ہیں اور اس کے قلب و زبان، دست و پا، چشم و گوش سب اعضاء کو معاصی میں غرق کر دیتے ہیں

فصل ۲۵۔ (اطمینانِ قلب کا جاتا رہنا)

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے قلب کا اطمینان جاتا رہتا ہے، کچھ پریشان سا ہو جاتا ہے ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کسی کو خبر نہ ہو جائے کہیں عزت میں فرق نہ آجائے کوئی بدلہ نہ لینے لگے میرے نزدیک معیشت ضنک بمعنی تنگ کے یہی معنیٰ ہیں

فصل ۲۶۔ (مرتے وقت کلمہ طیبہ منہ سے نہ نکلنا)

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرتے کرتے وہی دل میں بس جاتا ہے، یہاں تک کہ مرتے ہوئے کلمہ تک منہ سے نہیں نکلتا بلکہ جو افعال حالتِ حیات میں غالب تھے وہی اس وقت بھی سرزد ہوتے ہیں۔ ایک تاجر اپنے عزیز کی حکایت بیان کرتا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ یہ بک رہا تھا کہ یہ کپڑا بڑا نفیس ہے، یہ خریدار بہت خوش معاملہ ہے آخر اسی حالت میں مرگیا، کسی سائل کی حکایت ہے کہ مرتے وقت کہتا

تھا اللہ کے واسطے ایک پیسہ، اللہ کے واسطے ایک پیسہ، اسی میں تمام ہو گیا، اسی طرح ایک شخص کو نزع کے وقت کلمہ پڑھانے لگے کہنے لگا آہ آہ میرے منہ سے نہیں نکلتا اور بہت سے حالات ہیں اس وقت کے ہم کو معلوم بھی نہیں ہوتے، خدا جانے اور کیا گزرتی ہوگی، خدا کی پناہ۔

فصل ۲۷۔ (رحمتِ خداوندی سے مایوس ہونا)

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے خدا کی رحمت سے نا امیدی ہو جاتی ہے اس وجہ سے توبہ نہیں کرتا اور بے توبہ مرتا ہے کسی شخص سے مرتے وقت کہا گیا کہ لاالٰہ الا اللہ، اس نے گانا شروع کیا تاتاتن تنتا اور کہنے لگا کہ جو کلمہ مجھ سے پڑھواتے ہو اس سے مجھ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے، کوئی گناہ تو میں نے چھوڑا نہیں، آخر کلمہ نہ پڑھا اور رخصت ہُوا، کسی اور شخص سے کلمہ پڑھوانے کو کہا بولا اس کلمہ سے کیا ہوگا میں نے کبھی نماز تک تو پڑھی نہیں وہ بھی یونہی مرا، کسی اور شخص کو کلمہ پڑھنے کو کہا کہنے لگا میں تو اس کلمہ کا منکر ہوں اور چل دیا، ایک اور شخص نے یہ بیان کیا کہ کوئی میری زبان پکڑ لیتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفِظْنَا۔

رجوع بہ مقصود

یہ چند مضرتیں دنیوی ہیں جو گناہ کرنے سے لاحق ہوتی ہیں اور علاوہ ان کے بہت سے ضرر ظاہری و باطنی ہیں جو قرآن و حدیث میں غور کرنے سے اور خود دل میں سوچنے سے جلد سمجھ میں آسکتے ہیں اور آخرت میں جو مضرتیں ہیں وہ الگ ہیں جو عنقریب مختصراً مذکور ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ، عاقل ہرگز پسند نہیں کرسکتا کہ ذراسی اشتہائے کاذب کے لیے اتنا بڑا پہاڑ مصائب اور کلفتوں کا اپنے سر پر لے روزانہ معاملات میں جس چیز میں مفاسد اور مضرتیں غالب ہوتی ہیں، آدمی اس کے پاس نہیں پھٹکتا یہی برتاؤ معاصی کے ساتھ کرنا لازم ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی نافرمانی سے محفوظ رکھے آمین آمین آمین!

باب دوم

اس بیان میں کہ طاعت و عبادات اور اعمالِ صالحہ سے دُنیا کا کیا نفع ہے؟

علاوہ ان منافع کے جو ضمناً یا التزاماً اُوپر مذکور و مفہوم ہو چکے، اس میں چند فصلیں ہیں

فصل ۱۔ (رزق میں اضافہ)

اس بیان میں کہ طاعت سے رزق بڑھتا ہے: قال اللہ تعالیٰ: وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ[1] فرمایا اللہ تعالیٰ نے، اگر وہ لوگ قائم رکھتے تورات اور انجیل کو اور اس کتاب کو جو اب نازل کی گئی ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے یعنی قرآن۔ مراد یہ کہ ان پر پورا پورا عمل رکھتے، تورات و انجیل پر عمل کرنا یہی ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حسبِ عہد تورات و انجیل کے ایمان لاتے اور آپ کا اتباع کرتے، اگر ایسا کرتے تو البتہ کھاتے وہ لوگ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے، اوپر سے کھانا یہ کہ بارش ہوتی اور نیچے سے یہ کہ غلہ اُگتا، اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ احکامِ الٰہی پر عمل کرنے سے رزق بڑھتا ہے۔

فصل ۲۔ (برکتوں کا نزول)

اس بیان میں کہ طاعت سے طرح طرح کی برکت ہوتی ہے: قال اللہ تعالیٰ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ[2] یعنی وہ لوگ اگر ایمان لاتے اور

---

[1] سورۂ مائدہ آیت نمبر ۶۶ [2] سورۂ اعراف آیت نمبر ۹۶

تقویٰ اختیار کرتے البتہ کھول دیتے ہم ان پر طرح طرح کی برکتیں آسمان سے اور زمین سے لیکن انہوں نے تو جھٹلایا پس پکڑ لیا ہم نے ان کو بسبب ان اعمال کے جو وہ کرتے تھے، یہ آیت مدعائے مذکور میں بالکل صریح الدلالت ہے۔

فصل ۳۔ (تکالیف اور پریشانیوں کا ازالہ)

اس بیان میں کہ طاعت کرنے سے ہر قسم کی تکلیف و پریشانی دور ہوتی ہے

قال اللہ تعالیٰ۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ[1] فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو شخص ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے، کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے نکلنے کی راہ یعنی ہر قسم کی دشواری و تنگی سے اس کو نجات ملتی ہے اور رزق عنایت فرماتے ہیں اس کو ایسی جگہ سے کہ وہ گمان بھی نہیں کرتا اور بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر وہ اس کو کافی ہو جاتے ہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ بہ برکت تقویٰ ہر قسم کی دشواری سے نجات ہوتی ہے۔

فصل ۴۔ (مرادوں کا بر آنا)

اس بیان میں کہ **طاعت سے مقاصد میں آسانی ہوتی ہے** قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا[2] فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو شخص ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے، کر دیتے ہیں اس کے لیے اس کے کام میں آسانی۔ مطلب مذکور پر صاف دلالت موجود ہے۔

فصل ۵۔ (زندگی کا پُرلطف بسر ہونا)

اس بیان میں کہ **طاعت سے زندگانی مزیدار ہو جاتی ہے** قال اللہ تعالیٰ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً[3] فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو شخص عمل کرتا ہے نیک، خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایمان

---

[1] سورۃ طلاق آیت نمبر ۲، ۳ [2] سورۃ طلاق آیت نمبر ۴ [3] سورۃ نحل آیت نمبر ۹۷

والا ہو پس البتہ زندگانی دیں گے ہم ان کو زندگی ستھری یعنی بالطف و لذت فی الواقع کھلی آنکھوں یہ بات نظر آتی ہے کہ ایسے لوگوں کا سا لطف و راحت بادشاہوں کو بھی میسر نہیں،

فصل ۶۔ (بارانِ رحمت کا نزول)

اس بیان میں کہ طاعت سے بارش ہوتی ہے مال بڑھتا ہے اولاد ہوتی ہے باغ پھلتا ہے نہروں کا پانی زیادہ ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ اَسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا[1] فرمایا اللہ تعالےٰ نے تم گناہ بخشوالو اپنے رب سے تحقیق وہ بڑے بخشنے والے ہیں، بھیجیں گے بارش تم پر بہتی ہوئی اور زیادہ کریں گے تمہارے اموال اور اولاد کو اور مقرر کریں گے تمہارے لیے باغ اور مقرر کریں گے تمہارے لیے نہریں۔

فصل ۷۔ (خیر و برکت کا نزول)

اس بیان میں کہ ایمان لانے سے خیر اور برکتیں نصیب ہوتی ہیں، ہر قسم کی بلا کا ٹل جانا قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا[2] فرمایا اللہ تعالےٰ نے تحقیق اللہ تعالیٰ دفع کر دیتے ہیں یعنی تمام آفات و شرور کو ان لوگوں سے جو ایمان لائے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کا اُنکے لیے حامی و مددگار ہونا۔ قال اللہ تعالےٰ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا[3]۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے اللہ مددگار ہیں ایمان والوں کے، فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں کو قوی رکھو قال اللہ تعالےٰ: اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا[4] فرمایا اللہ تعالےٰ نے اُس وقت کو یاد کرو جب کہ حکم فرماتے تھے تمہارے پروردگار فرشتوں کو کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں، تم ثابت قدم رکھو

---

[1] سورۂ نوح آیت ۱۰ تا ۱۲ [2] سورۂ حج آیت ۳۸ [3] سورۂ بقرہ آیت ۲۵۷ [4] سورۂ انفال آیت ۱۲ [5] سورۂ منافقون آیت ۸ [6] سورۂ مریم آیت ۹۵

ان لوگوں کو جو ایمان لائے **سچی عزت عنایت ہونا**۔ قال اللہ تعالےٰ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ؕ[1] فرمایا اللہ تعالےٰ نے اور اللہ تعالےٰ کے لیے عزت ہے اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور ایمان والوں کے لیے **مراتب بلند ہو**۔ قال اللہ تعالےٰ، يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط یعنی اللہ تعالےٰ مراتب بلند کریں گے ان لوگوں کے جو ایمان لائے تم میں سے۔ **دلوں میں اسکی محبت پیدا ہو جانا** قال اللہ تعالےٰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ؕ فرمایا اللہ تعالےٰ نے بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے بہت جلد پیدا کر دیں گے اللہ تعالےٰ ان کی محبت، ایک حدیث میں بھی یہی مضمون ہے اللہ تعالےٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتے ہیں اوّل فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ فلاں شخص سے محبت کرو پھر دنیا میں منادی کی جاتی ہے فَيُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ ط یعنی مقرر کی جاتی ہے اس کے لیے قبولیت دنیا میں اس کی قبولیت کا یہاں تک اثر ہوتا ہے کہ حیوانات و جمادات تک اس شخص کی اطاعت کرنے لگتے ہیں۔

؎ تو ہم گردن از حکمِ داور مپیچ   کہ گردن نہ پیچد زحکمِ تو ہیچ

قرآن مجید کا اس کے حق میں شفا ہونا۔ قال اللہ تعالےٰ، قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ؕ[2] فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہہ دیجیے کہ وہ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت و شفا ہے اسی طرح ایمان سے تمام بھلائیاں اور نعمتیں میسر ہوتی ہیں، نصوص فضائل میں تتبع کرنے سے اس دعوے کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

فصل ۸۔ (مالی نقصان کا تدارک)

اس بیان میں کہ **طاعت کرنے سے مالی نقصان کا تدارک ہو جاتا ہے اور نعم البدل مل جاتا ہے** قال اللہ تعالےٰ: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ

---

[1] سورۃ حم آیت نمبر ۴۴ [2] سورۃ انفال آیت نمبر ۰،

الْاَسْرٰٓی اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ خَیْرًا یُّؤْتِکُمْ خَیْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ فرمایا اللہ تعالٰی نے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان قیدیوں سے جو آپ کے قبضہ میں ہیں کہ اگر اللہ تعالٰی تمہارے دلوں میں ایمان معلوم کریں گے تو جو مال تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو عنایت کر دیں گے اور تمہارے گناہ بھی بخش دیں گے اور اللہ تعالٰی بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔

ف: یہ آیت بدر کے قیدیوں کے حق میں اتری جن سے بطور فدیہ کے کچھ مال لیا گیا تھا ان سے وعدہ ٹھہرا کہ اگر تم سچے دل سے ایمان لاؤ گے تو تم کو پہلے سے بہت زیادہ مل جائے گا، چناں چہ ایسا ہی ہوا۔

فصل ۹۔ (مال میں فراوانی)

اس بیان میں کہ **طاعت میں مال خرچ کرنے سے مال بہت بڑھتا ہے**

قال اللہ تعالٰی وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوۃٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُضْعِفُوْنَ[1] فرمایا اللہ تعالٰی نے اور جو کچھ تم زکوٰۃ دیتے ہو جس سے محض اللہ تعالٰی کی رضامندی چاہتے ہو۔ پس یہ لوگ دُونا کرنے والے ہیں یعنی مال کو دنیا میں اور اجر کو آخرت میں۔

فصل ۱۰۔ (سکون وراحتِ قلب کا میسر آنا)

اس بیان میں کہ **طاعت کرنے سے قلب میں ایک راحت و اطمینان پیدا ہو جاتا ہے جس کی لذت کے روبرو ہفت اقلیم کی راحتِ سلطنت گرد ہے؛**

قال اللہ تعالٰی: اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[2] فرمایا اللہ تعالٰی نے آگاہ ہو جاؤ اللہ ہی کی یاد سے چین پاتے ہیں دل۔ قال العارف الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] سورۂ رُوم آیت نمبر ۳۹ [2] سورۂ رعد آیت نمبر ۲۸

بفراغ دل زمانے نظرے بما ہروئے   بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے ہوئے

ایک اور بزرگ نے سنجر بادشاہ ملک نیمروز کو اس کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد   در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم

زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب   من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر جنتی لوگ ایسے حال میں ہیں جس میں ہم ہیں تب تو وہ بڑے مزیدار عیش میں ہیں، دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ افسوس یہ غریب دنیا دار دنیا سے رخصت ہو گئے نہ انہوں نے عیش دیکھا نہ مزہ، تیسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر بادشاہ ہماری لذت سے واقف ہو جاویں تو مارے رشک کے ہم پر تیغ زنی کرنے لگیں کبھی یہاں تک اس لذت کا غلبہ ہو جاتا ہے کہ اس کو جنت پر ترجیح دیتے ہیں بلکہ لذتِ قرب کے رہتے دوزخ میں جانے پر راضی ہو جاتے ہیں اور یہ لذت نہیں تو جنت کو ہیچ قرار دیتے ہیں۔ قال العارف الرومیؒ۔

ہر کجا دلبر بود خرم نشین!   فوق گردوں است نے قعرِ زمین

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ   جنت است آں گرچہ باشد قعرِ چاہ

با تو دوزخ جنت ست اے جانفزا   بے تو جنت دوزخ است اے دلربا

اب غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ لذت کس غضب کی ہو گی۔

فصل ۱۱۔ (اولاد کو نفع پہنچنا)

اس بیان میں طاعت کی برکت سے اس شخص کی اولاد تک کو نفع پہنچتا ہے؛

قال اللہ تعالیٰ فی قصۃ الخضر علیہ السلام وَاَمَّا الْجِدَارُ فَکَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ[۱]

۱؎ سورۂ کہف آیت نمبر ۸۲

یعنی خضر علیہ السلام نے موسٰے علیہ السلام سے فرمایا کہ مَیں نے جو وہ دیوار بلا اُجرت درست کردی وہ یتیم بچوں کی تھی جو شہر میں رہتے تھے اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ گڑا ہے، اوران کا باپ بزرگ آدمی تھا پس خدا تعالےٰ کو یہ منظور ہُوا کہ یہ دونوں اپنی جوانی پر پہنچ جائیں اوراپنا خزانہ نکال لیں، یہ بوجہ مہربانی کے ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے۔ اس قصہ سے معلوم ہُوا کہ ان لڑکوں کے مال کی حفاظت کا حکم خضر علیہ السلام کو اس سبب سے ہُوا کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا، سُبحان اللہ! نیکوکاری کے آثار نسل میں بھی چلتے ہیں، آج کل لوگ اولاد کے لیے طرح طرح کے سامان جائداد روپیہ وغیرہ وغیرہ چھوڑنے کی فکر میں رہتے ہیں، سب سے زیادہ کام کی جائداد یہ ہے کہ خود نیک کام کریں کہ اس کی برکت سے اولاد سب بلاؤں سے محفوظ رہے۔

فصل ۱۲۔ (غیبی بشارتیں)

اس بیان میں کہ طاعت سے زندگانی میں غیبی بشارتیں نصیب ہوتی ہیں

قال اللہ تعالےٰ: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ[1]

فرمایا اللہ تعالےٰ نے آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالےٰ کے دوستوں پر نہ کچھ ڈر ہے نہ وہ مغموم ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے تھے ان کے لیے خوشخبری ہے زندگانی دُنیا میں اور آخرت میں۔ حدیث شریف میں اس کی تفسیر وارد ہُوئی ہے کہ بُشریٰ سے مُراد اچھا خواب ہے جس سے دل خوش ہو جائے، مثلاً خواب میں دیکھا کہ بہشت میں چلا گیا یا اللہ تعالےٰ کی زیارت سے مشرف ہوا یا اس طرح کا اور خواب دیکھ لیا جس سے اُمید کو قوت اور قلب کو فرحت ہو گئی۔

---

[1] سُورۂ یونس آیت نمبر ۶۲

فصل ۱۳ ۔ (مرتے وقت فرشتوں کا بشارت دینا)

اس بیان میں کہ طاعت سے فرشتے مرتے وقت خوشخبری سناتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَشْتَہِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ[۱] ○ یعنی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارے رب اللہ تعالیٰ ہیں پھر وہ مستقیم رہے اترتے ہیں ان لوگوں پر فرشتے یعنی وقت، مرنے کے جیسا مفسرین نے فرمایا کہ تم نہ خوف کرو نہ غم کرو اور بشارت سنو بہشت کی جس کا تم وعدہ کیے جاتے تھے، ہم تمہارے حامی و مددگار ہیں زندگانی دنیا میں اور آخرت میں اور بہشت میں وہ چیزیں ہیں جو خواہش کریں گے تمہارے نفس اور تمہارے لیے اس میں وہ چیزیں ہیں جو تم مانگو گے بطور مہمانی کے بخشنے والے مہربان کی طرف سے دیکھیے اس آیت میں حسب تفسیر محققین مذکور ہے کہ مرتے وقت فرشتے کیا کیا خوشی کی باتیں سناتے ہیں۔

فصل ۱۴ ۔ (حاجت روائی میں مدد)

اس بیان میں کہ بعض طاعات سے حاجت روائی میں مدد ملتی ہے قال اللہ تعالیٰ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ[۲] فرمایا اللہ تعالیٰ نے مدد چاہو یعنی اپنے حوائج میں کما قالہ المسفرون صبر اور نماز سے حدیث شریف میں اس استعانت کا ایک خاص طریق وارد ہوا ہے، امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص کو کسی قسم کی حاجت ہو اللہ تعالیٰ سے یا آدمی سے، اس کو چاہیے اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت نماز

---

[۱] سورۃ حم سجدہ آیت نمبر ۳۰ تا ۳۲ [۲] سورۃ بقرہ آیت نمبر ۴۵

پڑھے پھر اللہ تعالےٰ کی ثنا کہے مثلاً سورۃ فاتحہ پڑھ کے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود شریف بھیجے پھر یہ دعا پڑھے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَّا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًی اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۞ [1]

فصل ۱۵۔ (تردّد رفع ہونا)

اس بیان میں کہ بعض **طاعات کا یہ اثر ہوتا ہے کہ کسی معاملے میں یہ تردّد کہ کیونکر کرنا بہتر ہوگا رفع ہو جاتا ہے** اور اسی جانب رائے قائم ہو جاتی ہے جس میں سراسر نفع و خیر ہی ہو احتمال ضرر بالکل نہیں رہتا گویا اللہ تعالیٰ سے مشورہ مل جاتا ہے۔ امام بخاریؒ نے جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم کو کسی کام میں تردد ہو یعنی سمجھ نہ آئے کہ کس طرح کرنا بہتر ہوگا۔ مثلاً کسی سفر کی نسبت تردد ہو یعنی اس میں نفع ہوگا یا نقصان، اسی طرح اور کسی کام میں تردّد ہو تو دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دُعا پڑھو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَآ اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اور ایک روایت میں بجائے فِیْ دِيْنِیْ مَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ یہ الفاظ ہیں عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَيَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ یہاں بھی وہی دوسری روایت ہے جو اُوپر مذکور

---

[1] یہ حدیثیں مشکوٰۃ شریف سے نقل کی گئی ہیں۔

هُوَ لِيْ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ ارْضِنِيْ بِهٖ ۔ اپنے[1] کام کا نام بھی لیوے یعنی بجائے ہذا الامر کے کہے مثلاً ہذا السفر یا ہذا النکاح یا مثل اس کے ۔

فصل ۱۶ ۔ (تمام مہمات میں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری)

اس بیان میں کہ بعض طاعات میں یہ اثر ہے کہ اس سے تمام مہمات کی ذمہ داری اللہ تعالےٰ فرما لیتے ہیں، ترمذیؒ نے ابو الدرداء و ابو ذر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ حکایت فرمائی رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے، اللہ سبحانہ و تعالےٰ نے فرمایا اے ابن آدم! میرے لیے شروع دن میں چار رکعت پڑھ لیا کر، میں ختم دن تک تیرے سارے کام بنا دیا کروں گا۔

فصل ۱۷ ۔ (مال میں برکت ہونا)

بعض طاعات میں یہ اثر ہوتا ہے کہ مال میں برکت ہوتی ہے، حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر سچ بولیں بائع مشتری اور ظاہر کر دیں اپنے مال کی حالت برکت ہوتی ہے دونوں کے لیے ان کے معاملے میں، اگر پوشیدہ رکھیں اور جھوٹ بولیں، محو ہو جاتی ہے برکت دونوں کے لیے معاملہ کی روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے ۔

فصل ۱۸ ۔ (بادشاہت کا باقی رہنا)

دینداری سے بادشاہی باقی رہتی ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ یہ امر خلافت و سلطنت ہمیشہ قریش میں رہے گا۔ جو شخص ان سے مخالفت کرے گا اللہ تعالےٰ اس کو منہ کے بل گرا دے گا جب تک کہ وہ لوگ دین کو قائم رکھیں

---

[1] پڑھنے والے کو اختیار ہے جو لفظ چاہے پڑھ لے یا دل میں سوچ لے ۔

فصل ۱۹۔ (بری حالت میں موت نہ آنا)

بعض طاعات مالیہ سے اللہ تعالیٰ کا غصہ بجھتا ہے اور بُری حالت پر موت نہیں آتی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صدقہ بجھاتا ہے پروردگار کے غصہ کو اور رفع کرتا ہے بُری موت کو یعنی جس میں خواری و فضیحتی ہو یا خاتمہ بُرا ہو نعوذ باللہ

فصل ۲۰۔ (عمر میں اضافہ)

۔ دُعا سے بلا ٹلتی ہے اور نیکی کرنے سے عمر بڑھتی ہے ۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہٹاتی قضا کو مگر دُعا اور نہیں بڑھاتی عمر کو مگر نیکی، روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے ۔

فصل ۲۱۔ (سورۃ یٰسین پڑھنے سے تمام کام بننا)

سُورہ یٰسین پڑھنے سے تمام کام بن جاتے ہیں عطا بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص سورۃ یٰسین پڑھے شروع دن میں، پوری کی جاویں گی اس کی تمام حاجتیں، روایت کیا اس کو دارمیؒ نے ۔

فصل ۲۲ ۔ (سورہ واقعہ پڑھنے سے فاقہ نہ ہونا)

سوُرہ واقعہ پڑھنے سے فاقہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص سورۃ واقعہ پڑھا کرے ہر شب میں نہ پہنچے گا اس کو فاقہ کبھی، روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ۔

لہ اس حدیث سے تقدیر کا انکار لازم نہیں آتا یہ اثر بھی تقدیر سے ہے ۔ ۱۲ منہ

فصل ۲۳ - (تھوڑی چیز میں زیادہ برکت)

ایمان کی برکت سے تھوڑے کھانے میں آسودگی ہو جاتی ہے

ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کھانا بہت کھایا کرتا تھا، پھر وہ مسلمان ہو گیا تو تھوڑا کھانے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر ہوا، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنت میں، روایت کیا اس کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے۔

فصل ۲۴ - (بعض دعاؤں کی برکت سے بیماری لگنے اور بلا کا خوف نہ رہنا)

بعض دُعاؤں کی یہ برکت ہے کہ بیماری لگنے اور بلا پہنچنے کا خوف نہیں رہتا

حضرت عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی مبتلائے غم یا مرض کو دیکھ کر یہ دُعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ط سو وہ ہرگز اس شخص کو نہ پہنچے گی خواہ کچھ ہی ہو، روایت کیا اسکو ترمذیؒ نے

فصل ۲۵ - (دعاؤں کی برکت سے افکار کا ازالہ)

بعض دُعاؤں میں یہ برکت ہے کہ فکریں زائل ہو جاتی ہیں اور قرض ادا ہو جاتا ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ کو بہت سے افکار اور قرض نے گھیر لیا، آپؐ نے ارشاد فرمایا، تجھ کو ایسا کلام نہ بتلادوں، کہ اس کے پڑھنے سے اللہ تعالے تیری ساری فکریں دور کر دے اور تیرا قرض بھی ادا کر دے، اس شخص نے عرض کیا بہت خوب، فرمایا صبح وشام یہ کہا کر اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ ۔ اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے

یہی کیا سو میری فکریں اور سارے غم بھی جاتے رہے اور قرض بھی ادا ہو گیا۔ روایت کیا ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے۔

فصل ۲۶۔ (بعض دعاؤں کی برکت سے سحر سے محفوظ رہنا)

ایک دُعا ایسی ہے کہ سحر وغیرہ سے محفوظ رکھتی ہے۔ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چند کلمات کہ اگر میں نہ کہتا تو یہود مجھ کو گدھا بنا دیتے کسی نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں، انہوں نے یہ بتلائے اَعُوْذُ بِوَجْہِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ لَیْسَ شَیْءٌ اَعْظَمُ مِنْہُ وَبِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ الَّتِیْ لَایُجَاوِزُھُنَّ بِرٌّ وَّلَافَاجِرٌ وَّبِاَسْمَآءِ اللّٰہِ الْحُسْنٰی مَا عَلِمْتُ مِنْھَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ ط روایت کیا اس کو مالک رحمۃ اللہ علیہ نے۔

اسی طرح طاعات میں اور بے شمار فوائد و منافع ہیں جو قرآن شریف و حدیث شریف میں اور روزانہ معاملات میں غور کرنے سے سمجھ میں آسکتے ہیں اور ہم تو کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار ہیں ان کی زندگی ایسی حلاوت و لطف سے بسر ہوتی ہے کہ اس کی نظیر اُمراء میں نہیں ملتی، ان کے قلیل میں برکت ہوتی ہے ان کے دلوں میں نورانیت ہوتی ہے جو اصلی سرمایۂ سرور ہے۔ یاالٰہی سب کو اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمایئے اور اپنی رضامندی و قرب نصیب فرمایئے۔

کاملِ شیخ کی پہچان

فرمایا کہ شیخ کامل کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پُورا متبع ہو، بدعت اور شرک سے محفوظ ہو، کوئی جہالت کی بات نہ کرتا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے کا اثر یہ ہو کہ دُنیا کی محبت گھٹتی جائے اور حق تعالےٰ کی محبت بڑھتی جائے اور جو مرض باطنی بیان کرو اس کو توجہ سے سُن کر اس کا علاج تجویز کرے اور جو علاج تجویز کرے اس علاج سے نفع ہوتا چلا جائے اور اس کے اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی جائے۔

(ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ صفحہ نمبر ۲۷)

باب سوم

اس بیان میں کہ گناہ میں اور سزائے آخرت میں کیسا قوی تعلق ہے

جاننا چاہیے کہ کتاب و سُنت اور کشف سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ اس عالمِ دُنیا کے دو عالم اور ہیں ایک کو برزخ اور دوسرے کو عالمِ غیب کہتے ہیں اور ہماری مراد آخرت سے مفہوم عام ہے۔ دونوں کو شامل ہے تو جس وقت آدمی کوئی عمل کرتا ہے تو فوراً عالمِ برزخ میں منعکس ہو کر چھپ جاتا ہے اور اس وجود پر کچھ آثار بھی مرتب ہوتے ہیں، اس عالم کا نام قبر بھی ہے پھر انہیں اعمال کا ایک وقت میں کامل ظہور ہو گا جس کو یوم حشر و نشر کہتے ہیں، سو ہر عمل کے مراتب وجودی تین ہوئے، صدور، ظہور مثالی، ظہور حقیقی، اس مضمون کو فوٹو فون سے سمجھنا چاہیے۔ جب آدمی کوئی بات کرتا ہے اس کے تین مرتبے ہوتے ہیں ایک مرتبہ یہ کہ وہ بات منہ سے نکلی، دوسرا مرتبہ یہ کہ فوراً فوٹو فون میں وہ الفاظ بند ہو گئے، تیسرا یہ مرتبہ کہ جب اس سے آواز نکالنا چاہیں وہی آواز بعینہٖ پیدا ہو جائے سو منہ سے نکلنا عالمِ دُنیا کی مثال ہے اس میں بند ہونا عالمِ برزخ کی، پھر اس سے نکلنا عالمِ غیب کی، سو جیسا کوئی عاقل شک نہیں کرتا کہ منہ سے نکلتے ہی الفاظ فوٹو فون میں بند ہو جاتے ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کرتا کہ نکالتے وقت وہی بات نکلے گی جو اوّل منہ سے نکلی تھی۔ اس کے خلاف نہ نکلے گی، اسی طرح مومن کو اس میں شک نہ چاہیے کہ جس وقت کوئی عمل اس سے صادر ہوتا ہے فوراً وہ عالمِ مثال میں منقش ہوتا ہے اور آخرت میں اس کا ظہور ہو گا اس بنا پر یقین ہو گیا کہ آخرت[1] کا سلسلہ بالکل ہماری اختیاری حالت پر مبنی ہے کوئی وجہ مجبوری کی نہیں۔ سو

[1] اور یہ شبہ ہو کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی جنت ایک بالشت رہ جاتی ہے پھر تقدیر غالب آتی ہے اور یہ شخص

جیسے فوٹوفون کے قرب و محاذات کے وقت ایک ایک بات کا خیال رہتا ہے کہ میرے منہ سے کیا نکل رہا ہے، کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جس کا اظہار میں اس شخص کے رُوبرو پسند نہیں کرتا جس کے سامنے یہ فوٹوفون بعد میں کھولا جائے گا اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس وقت مجالِ انکار نہ ہوگی کیوں کہ اس آلہ کا یہ یقینی خاصہ ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کہا کچھ اور بند ہو گیا اور کچھ اسی طرح صدورِ اعمال کے وقت اس امر کا خیال رہنا چاہیے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں کہیں جمع ہوتا ہے اور بلا کمی بیشی ایک روز کھل پڑے گا اور اس وقت کوئی عذر حیلہ احتمال کمی بیشی کا نہ چل سکے گا اور اگر یہ خیال غالب ہو جائے تو گناہ کرنے سے ایسا اندیشہ ہو جیسا فوٹوفون کے روبرو گالیاں دینے سے، جب کہ یہ یقین ہو کہ بادشاہ کے روبرو کھولا جائے گا اور میں بھی اس وقت حاضر ہوں گا یا دوسری موٹی مثال سمجھیے، درخت پیدا ہونے میں تین مرتبے ہیں اول تخم ڈالنا، دوسرے اس کا زمین سے نکالنا، تیسرے بڑا ہو کر پھل پھول لگنا سو عاقل سمجھتا ہے کہ درخت کا نکلنا اور اس میں پھل پھول آنا ابتدائی کارخانہ نہیں ہے اسی تخم پاشی پر مبنی ہے اسی طرح دنیا میں عمل کرنا بمنزلہ تخم پاشی کے ہے اور آثارِ برزخی کا ظاہر ہونا بمنزلہ درخت نکلنے کے ہے، آثارِ آخرت کا ظاہر ہونا اس میں پھل پھول لگنا ہے، ثمراتِ برزخ و آخرت بالکل انہیں اعمالِ اختیاریہ پر مبنی ٹھہرے جیسا کہ جَو بو کر کبھی توقع نہیں ہوتی کہ گیہوں پیدا ہوگا اسی طرح اعمالِ بد کر کے کیوں توقع ہوتی ہے کہ ثمراتِ نیک شاید ہم کو مل جائیں، اسی مقام سے یہ مضمون سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ۔ ایک بزرگ کا قول ہے ؎

دوزخی ہو جاتا ہے اسی طرح دوزخی سے جنتی، اس سے تو صاف مجبوری معلوم ہوتی ہے جواب یوں سمجھو کہ یہ غلبہ تقدیر کا تو تمام امور اختیاریہ میں واقع ہوا کرتا ہے بعض اوقات خوب علاج کرتے ہیں اور غلبۂ تقدیر سے مریض مر جاتا ہے مگر پھر بھی صحت کو علاج پر مرتب سمجھ کر چھوڑ نہیں دیتے، اصل یہ ہے کہ اعتبار اکثری معاملات کا ہوتا ہے، اتفاقِ شاذہ پر حکم نہیں لگایا جاتا۔ سو یہ صورت اتفاقی ہے ورنہ اکثر جنتی سے جنت کے اعمال، دوزخی سے دوزخ کے اعمال سرزد ہوتے ہیں قال اللہ تعالیٰ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی الخ ۱۲ منہ۔

گندم از گندم بروید جَو ز جَو　　　از مکافاتِ عمل غافل مشو

اور جس طرح تخمِ جَو اور درختِ جَو میں مماثلت نہیں ہوتی ہے مگر معنوی مناسبت یقینی ہے جس کو اہل نظر سمجھتے ہیں اسی طرح اعمال اور جزا میں خفی مناسبت ہے جس کے لیے بصیرت کی ضرورت ہے۔ باقی جس طرح درختِ جَو کے پہچاننے والوں کا قول قابلِ اعتبار سمجھا جاتا ہے اور ان سے اس حکم میں منازعت نہیں کی جاتی خواہ مناسبت سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اسی طرح ثمراتِ اعمال کو پہچان کر بتلانے والوں کا یعنی انبیاؑ اور اولیاؒ کا ارشاد واجب القبول ہے خواہ مناسبت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ہم بعض اعمال کے ثمرات جو موت کے بعد پیش آئیں خواہ برزخ میں یا آخرت میں، ذکر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ کارخانہ بعد الموت ابتدائی کارخانہ نہیں بلکہ اسی کارخانہ پر مرتب و مسبب ہے، اس کے بعد بعض اہل معانی کے اقوال سے بعض اعمال و ثمرات کی مناسبت کو تمثیلاً ذکر کریں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہاں جو کچھ ہے یہاں کا ظہور اور تمثیل ہے اور یہ ارشادات سمجھ میں آجائیں۔ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ[1]۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ[2]۔ وقولہ تعالیٰ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ[3] وقولہ تعالیٰ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا[4] وقولہ تعالیٰ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا[5] وقولہ تعالیٰ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ[6]

---

[1] سورۃ قٓ آیت نمبر ۱۸ [2] سورۃ زلزال آیت نمبر ۷، ۸ [3] سورۃ انبیاء آیت ۴۷
[4] سورۃ کہف آیت ۴۹ [5] سورۃ آلِ عمران آیت نمبر ۳۰ [6] سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۲۷

فصل ۱- (بعض اعمال کے آثارِ برزخیہ)

بعض اعمال کے آثار برزخیہ میں جس سے ان اعمال کی صورت مثالیہ منکشف ہوگی، امام بخاریؒ نے بروایت سمرہ بن جندب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر صحابہ سے دریافت فرماتے کہ تم نے شب کو کوئی خواب تو نہیں دیکھا، جو شخص کوئی خواب عرض کرتا آپؐ اس کی تعبیر ارشاد فرماتے، اسی طرح حسب معمول ایک روز صبح کے وقت ارشاد فرمایا کہ آج رات ہم نے ایک خواب دیکھا ہے، دو شخص میرے پاس آئے مجھ کو اٹھا کر کہا کہ چلو، میں ان کے ساتھ چلا ایک شخص پر ہمارا گذر ہوا کہ وہ لیٹا ہوا ہے اور دوسرا شخص اس کے پاس ایک پتھر لیے کھڑا ہے اور اس کے سر پر زور سے مارتا ہے جس سے اس کا سر کچل جاتا ہے اور پتھر آگے کو لڑھک جاتا ہے، وہ جاکر پتھر کو پھر اُٹھا لاتا ہے اور یہ ابھی لوٹنے نہیں پاتا کہ اس کا سر اچھا ہو جاتا ہے، جیسا پہلے تھا، وہ آکر پھر اسی طرح کرتا ہے میں نے ان دو شخصوں سے تعجباً کہا سُبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا چلو چلو، ہم آگے چلے ایک شخص پر گذر ہُوا، جو چت لیٹا ہے اور دوسرا شخص اس کے پاس لوہے کا زنبور لیے کھڑا ہے اور اس لیٹے ہُوئے شخص کے منہ کے ایک جانب آکر اس کا کلّہ اور نتھنا اور آنکھ گدی تک چیرتا چلا جاتا ہے پھر دوسری طرف جاکر اسی طرح کرتا ہے اور اس جانب سے فارغ نہیں ہونے پاتا کہ وہ جانب اچھی ہو جاتی ہے پھر اس طرف جاکر اسی طرح کرتا ہے، میں نے کہا سُبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ کہنے لگے چلو چلو، ہم آگے چلے، ایک تنور پر پہنچے، اس میں بڑا شور وغل ہو رہا ہے ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو اس میں بہت سے مرد وعورت ننگے ہیں اور ان کے نیچے سے ایک شعلہ آتا ہے، جب وہ ان کے پاس پہنچتا ہے، اس کی قوت سے یہ بھی اونچے اُٹھ جاتے ہیں، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟

[1] یہ حدیث خواب کافی سے نقل ہے۔ ۱۲ منہ

وہ دونوں بولے چلو چلو ہم آگے چلے، ایک نہر پر پہنچے کہ خون کی طرح لال تھی اور اس نہر کے اندر ایک شخص تیر رہا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک اور شخص ہے اس نے بہت سے پتھر جمع کر رکھے ہیں، وہ شخص تیرتا ہُوا اُدھر کو آتا ہے یہ شخص اس کے منہ پر ایک پتھر کھینچ کر مارتا ہے جس کے صدمہ سے پھر وہ اپنی جگہ پر پہنچ جاتا ہے پھر وہ تیر کر نکلتا ہے یہ شخص پھر اسی طرح اس کو ہٹا دیتا ہے، مَیں نے پوچھا کہ یہ دونوں کون ہیں؟ کہنے لگے چلو چلو ہم آگے چلے، ایک شخص پر گذر ہُوا کہ بڑا ہی بدشکل ہے کہ کبھی کوئی ایسا نظر سے نہ گذرا ہوگا اور اس کے سامنے آگ ہے اس کو جلا رہا ہے اور اس کے گرد پھر رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟، کہنے لگے چلو چلو، ہم آگے چلے، ایک گنجان باغ میں پہنچے جس میں ہر قسم کے بہاری[1] شگوفے تھے اور اس باغ کے درمیان ایک شخص نہایت دراز قد جس کا سر اُونچائی کے سبب دکھائی نہیں پڑتا، بیٹھے ہیں اور ان کے آس پاس بڑی کثرت سے بچے جمع ہیں میں نے پوچھا یہ باغ کیا ہے اور یہ لوگ کون ہیں کہنے لگے چلو چلو، ہم آگے چلے، ایک عظیم الشان درخت پر پہنچے کہ اس سے بڑا اور خوبصورت درخت کبھی میں نے نہیں دیکھا ان دونوں شخصوں نے مجھ سے کہا کہ اس پر چڑھو، ہم اس پر چڑھے تو ایک شہر ملا کہ اس کی عمارت میں ایک ایک اینٹ سونے کی ایک ایک اینٹ چاندی کی لگی ہے، ہم شہر کے دروازے پر پہنچے اور اس کو کھلوایا وہ کھول دیا گیا ہم اس کے اندر گئے ہم کو چند آدمی ملے جن کا آدھا بدن ایک طرف کا تو نہایت خوبصورت اور آدھا بدن نہایت بدصورت تھا۔ وہ دونوں شخص ان لوگوں سے بولے جاؤ اس نہر میں گر پڑو اور وہاں ایک چوڑی نہر جاری ہے پانی سفید ہے جیسا دودھ ہوتا ہے، وہ لوگ جا کر اس میں گر گئے پھر ہمارے پاس جو آئے تو بدصورتی بالکل جاتی رہی، پھر ان دونوں شخصوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنتِ عدن ہے اور دیکھو وہ تمہارا گھر رہا میری نظر جو اوپر بلند ہُوئی تو ایک محل ہے جیسا سفید بادل کہنے لگے یہی تمہارا گھر ہے میں

---

[1] یعنی موسم بہار کے ۔ منہ

نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے۔ مجھ کو چھوڑ دو میں اس کے اندر چلا جاؤں کہنے لگے ابھی نہیں بعد میں جاؤ گے میں نے ان سے کہا آج رات بھر بہت عجیب تماشے دیکھے آخر یہ کیا چیزیں تھیں؟ وہ بولے ہم ابھی بتلاتے ہیں۔ وہ جو شخص تھا جس کا سر پتھر سے کچلتا دیکھا وہ ایسا شخص ہے جو قرآن مجید حاصل کر کے اس کو چھوڑ کر فرض نماز سے غافل ہو کر سو رہتا تھا اور جس شخص کے کلّے اور نتھنے اور آنکھ گدی سے چیرتے دیکھا یہ ایسا شخص ہے کہ صبح کو گھر سے نکلتا اور جھوٹی باتیں کیا کرتا جو دور پہنچ جاتیں اور وہ جو ننگے مرد و عورت تنور میں نظر آئے یہ زنا کرنے والے مرد و عورت ہیں اور جو شخص نہر میں تیرتا تھا اور اس کے منہ میں پتھر بھرے جاتے تھے یہ سُود خور ہے اور وہ جو بدشکل آدمی آگ جلاتا ہوا اور اس کے گرد دوڑتا ہوا دیکھا وہ مالک داروغہ دوزخ کا ہے اور جو دراز قامت شخص باغ میں دیکھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو بچے ان کے آس پاس دیکھے یہ وہ بچے ہیں جن کی فطرت پر موت آگئی کسی مسلمان نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مشرکین کے بچے بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں مشرکین کے بچے بھی اور وہ جو لوگ تھے جن کا نصف بدن خوبصورت اور نصف بدن بدصورت تھا، یہ وہ لوگ ہیں کہ کچھ عمل نیک کیے تھے اور کچھ بد کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا، فقط۔

اس حدیث سے ان اعمال کے آثار واضح ہوئے اور مناسبتیں گو خفی ہیں مگر ذرا تامل سے سمجھ میں آسکتی ہیں۔ مثلاً جھوٹ بولنے اور کلّے چیرے جانے میں مناسبت ظاہر ہے اور زنا کرنے سے جو آتش شہوت تمام بدن میں پھیل جاتی ہے اس میں اور آتش عقوبت کے محیط ہو جانے میں مناسبت ظاہر ہے اور زنا کے وقت برہنہ ہو جاتے ہیں اور جہنم میں برہنہ ہو جاتے ہیں اس میں مناسبت ظاہر ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سب اعمال کو اسی طرح سوچ لینا چاہیے۔

فصل ۲۔ (زکوٰۃ نہ دینے کی سزا بروز قیامت)

جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے وہ سانپ کی شکل بن کر اس کے گلے میں بطورِ طوق ڈالا جائے گا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' نہیں ہے کوئی شخص جو نہ دیتا ہو زکوٰۃ اپنے مال کی مگر یہ کہ ڈال دیں گے اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کے گلے میں ایک اژدہا۔ پھر آپؐ نے اس تائید کے لیے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی۔ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ[1] روایت کیا اس کو ترمذی علیہ الرحمۃ نے۔

فصل ۳۔ (بدعہدی کی سزا بروز قیامت)

بدعہدی بشکل جھنڈے کے متمثل ہو کر قیامت کے دن موجب رُسوائی ہو گی حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے سُنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شخص پناہ دیوے کسی شخص کو اس کی جان پر پھر اس کو قتل کر دے' دیا جائے گا اس کو جھنڈا اسکی پشت پر گاڑ کر پکارا جائے گا۔ هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانٍ یعنی یہ فلاں شخص کی بدعہدی ہے

فصل ۴۔ (چوری اور خیانت کی سزا)

چوری اور خیانت جس چیز میں کی ہو گی وہی آلہ تعذیب ہو جائے گی ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک غلام ہدیہ میں بھیجا اس کا نام مدعم تھا وہ مدعم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ اسباب اتار رہا تھا کہ دفعتہً اس کے ایک تیر آکر لگا جس کا مارنے والا معلوم نہ ہوا، لوگوں نے کہا کہ بہشت اس کو مبارک ہو' آپؐ نے فرمایا ہرگز ایسا مت کہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ وہ جو کملی اس نے یوم خیبر میں لے لی تھی تقسیم نہ ہونے پائی تھی وہ آگ بن کر اس پر

---

[1] سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۱۸۰

مشتعل ہو رہی ہے۔ جب لوگوں نے یہ مضمون سُنا، ایک شخص جوتے کے ایک یا دو تسمے واپس کرنے کو لایا آپؐ نے فرمایا اب کیا ہوتا ہے یہ ایک تسمہ یا دو تسمہ تو آگ کا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

فصل ۵ - (غیبت کی صورت مثالی)

غیبت کرنے کی صورت مثالی مُردہ بھائی کے گوشت کھانے کی، قال اللہ وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ الاٰیۃ[1]۔ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے کہ نہ غیبت کرے کوئی تم میں سے کسی کی، کیا پسند کرتا ہے کوئی تم میں سے یہ کہ کھائے گوشت اپنے بھائی کا جب کہ وہ مرا ہو، ضرور اس کو تو ناپسند کرو گے فقط، اس وجہ سے غیبت خواب میں اسی شکل میں نظر آتی ہے

فصل ۶ - (اخلاق ذمیمہ کی مثالی صورتیں)

اہل معانی کے اقوال سے بعض چیزوں کی صورتِ مثالیہ کے بیان میں، محققین نے فرمایا ہے کہ ہر خصلتِ ذمیمہ کو ایک جانور کے ساتھ خصوصیتِ خاصہ ہے جس شخص میں وہ خصلت غالب ہو جاتی ہے، عالمِ مثالی میں اس شخص کی شکل اس جانور کی سی ہو جاتی ہے۔ امم سابقہ میں وہ شکل اسی عالم میں ظاہر ہو جاتی تھی اس امت کو اللہ تعالیٰ نے اس عالم میں رُسوا ہونے سے محفوظ رکھا لیکن دوسرے عالم میں وہ شکل بن جاتی ہے قیامت کے روز اس کا ظہور ہوگا اور اہلِ کشف کو یہاں ہی مکشوف ہو جاتی ہے سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ[2] یعنی نہیں کوئی جانور چلنے والا زمین پر اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہے مگر وہ سب جماعتیں ہیں مثل تمہارے

---

[1] سورۃ حجرات آیت نمبر ۱۲ [2] سورۃ انعام آیت نمبر ۳۸ [3] سورۃ آیت نمبر ۱۸

سفیان کہتے ہیں کہ بعض لوگ درندوں کے اخلاق پر ہوتے ہیں بعض کتوں کے اور سوروں اور گدھوں کے اخلاق پر ہوتے ہیں بعض بناؤ سنگھار کر کے طاؤس کے مشابہ بنتے ہیں بعض پلید ہوتے ہیں مثل گدھے کے، بعض خود پرور ہوتے ہیں مثل مرغی کے بعض کینہ ور ہوتے ہیں مثل اُونٹ کے بعض مشابہ مکھی کے ہوتے ہیں بعض مشابہ لومڑی کے انتقط۔ امام شعلبیؒ نے فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا کی تفسیر میں کہا ہے کہ قیامت میں لوگ مختلف صورتوں میں محشور ہوں گے، جس جانور کی عادات طبیعت پر غالب ہوں گی قیامت میں اسی کی شکل بن جائے گا۔

فصل،۔ (بعض اعمال کی صورت مثالیہ کی تحقیق)

بعض اعمال صورت مثالیہ کی تحقیق حضرت مولوی روم علیہ الرحمۃ کے قول سے

چوں سجود ے یار کوعے مرد کشت ۔۔۔ شد دراں عالم سجود او بہشت

ترجمہ۔ جب کوئی عبادت گزار شخص اس جہان میں کوئی سجدہ یا رکوع کرتا ہے تو اس کے سجدے آخرت میں جنت میں جانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

چوں کہ پرید از زہانت حمدِ حق ۔۔۔ مُرغ جنت ساختش رب الفلق

ترجمہ۔ جب تیرے منہ سے اللہ کی تعریف نکل اڑتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی چڑیا بنا دیتے ہیں۔

حمد و تسبیحت نماند مُرغ را ۔۔۔ ہم چو نطفہ مُرغ با دست وہوا

ترجمہ۔ تیری حمد و تسبیح کی مثال چڑیا کی طرح نہیں ہے کیونکہ اسکی مثال ایسی ہے جیسا کہ نطفہ مرغ کی ہوا ہے۔

چوں زدستت رفت ایثار و زکوٰۃ ۔۔۔ گشت ایں دست آں طرف نخل ونبات

ترجمہ۔ جب تیرے ہاتھ کی کی ہوئی قربانی اور زکوٰۃ کی عمل وہاں جائے گی تو یہی ہاتھ اس

طرف آخرت میں کھجور اور پھل دار درخت بوئے گا۔

آب صبرت آب جوئے خلد شد جوئی شیر خلد مہر تست دود

ترجمہ۔ دنیا میں تیرے صبر کا پانی آخرت میں جنت کے حوض کا پانی ہوگا اور تیری محبت و مہربانی جنت کے دودھ کا حوض ہے۔

ذوق طاعت گشت جوئے انگبیں مستی و شوق تو جوئے خمر بین

ترجمہ۔ یہاں کی عبادت کا ذوق وہاں شہد کا حوض ہوگا اور تیری یہاں کی شوق و مستی وہاں کے شراب طہور کے حوض ہوں گے۔

ایں سببہا آں اثرہا رانماند کس نداند چونش جائے آں نشاند

ترجمہ۔ یہ اسباب صرف انہی اثر کیلئے مخصوص نہیں رہیں گے کسی کو معلوم نہیں اللہ تعالیٰ انکی طرح اس مقام پر دوسرے بٹھلائے گا۔

ایں سبت ہا چوں بہ فرمانِ تو بود چار جو ہم مرترا فرماں نمود

ترجمہ۔ یہ اسباب جب تیرے حکم میں رہیں گے تو تیرے حکم کی چارہ جوئی بھی کریں گے۔

ہر طرف خواہی روانش می کنی آں صفت ہا چوں چنانش می کنی

ترجمہ۔ ایسی صورت میں تو ان کو جس طرف چاہے جاری کر سکتا ہے اور وہ صفت جیسی تھی تو اس کو ویسے ہی استعمال کر سکتا ہے۔

چوں منی تو کہ در فرمانِ تست نسل تو در امر تو آیند چست

ترجمہ۔ جب کہ تیری منی زیر فرمان رہے گی تو تیری نسل بھی تیرا حکم ماننے میں چالاک اور ٹھیک نکل آئے گی۔

میدود در امر تو فرزند تو کہ منم جزوت کہ کردیش گرد

ترجمہ۔ ایسے نطفہ سے پیدا شدہ تیری اولاد تیری اطاعت میں دوڑتی ہے کیونکہ اسے احساس ہے کہ میں تیرے اس جزو سے پیدا ہوا ہوں جسے تو نے اپنا تابع بنا رکھا تھا۔

آں صفت در امر تو بود ایں جہاں ہم در امر تست آں جو ہاروان

ترجمہ۔ وہ صفت جب یہاں تیرے زیر حکم تھی تو وہاں بھی تیرے زیر فرمان جاری حوض کی طرح ثابت ہونے والا ہے۔

آں درختاں مر ترا فرماں برند کاں درختاں از صفاتت با برند

ترجمہ۔ ان درختوں نے اگر یہاں پر تیری فرمانبرداری کی تو یاد رہے کہ وہی وہاں بھی تیری صفات حیدہ کی طفیل پھلیں گے۔

چوں بامر تست اینجا ایں صفات پس در امر تست آنجا آں جزات

ترجمہ۔ جب یہ صفات یہاں پر تیرے حکم میں ہیں پھر تو وہاں بھی ان صفات کے جزاء وثواب تیرے حق میں ہوں گے۔

چوں زدستت زخم بر مظلوم رست آں درختے گشت ازاں زقوم رست

ترجمہ۔ جب یہاں تیرے ہاتھ سے کسی مظلوم پر کوئی زخم لگے گا تو وہ ظلم وہاں ایک درخت بن جائے گا اور اس ظلم سے درخت زقوم اگے گا۔

چوں ز خشم آتش تو در دلہا زدی مایۂ نارِ جہنم آمدی

ترجمہ۔ اگر تو نے دنیا میں غصہ سے دوسرے کے دلوں میں پریشانی کی آگ جلائی تو یاد رہے کہ آخرت میں تو بھی دوزخ کی آگ کا ساماں بن کر آئے گا۔

آتشت اینجا چو مردم سوز بود آنچہ آزوی زاد مرد افروز بود

ترجمہ۔ یہی غصہ کی آگ جب دنیا میں لوگوں کو جلانے والی ہے تو آخرت میں جو اس سے پیدا

ہو گا وہ بھی آدمی جلانے والا ہو گا۔

آتش تو قصد مردم می کند　　نار کز وے زاد بر مردم زند

ترجمہ۔ تیرے غصے کی آگ جب یہاں لوگوں کو ستانے کا قصد کرتی ہے تو اس آگ سے وہاں جو آگ پیدا ہو گی وہ بھی آدمی پر شعلہ مارے گی۔

آں سخن ہائے چو مار و کژدم ست　　مار و کژدم گشت و می گیرد دو دست

ترجمہ۔ غصے کی وہ باتیں سانپ اور بچھو کی مانند ہیں یہ باتیں آخرت میں واقعۃً سانپ اور بچھو ہو جائیں گے اور ناواقف لوگ ان کو اپنے ہاتھ سے پکڑتے ہیں۔

رجوع بہ مطلب عمل کے وجود کا باقی رہنا

رجوع بہ مطلب، آیات واحادیث واقوال مذکورہ سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ آدمی جو کچھ عمل کرتا ہے اس کا وجود باقی رہتا ہے اور وہ ایک روز کھلنے والا ہے، قال اللہ تعالےٰ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ[1] ۝ پس جنت دوزخ اپنے ہاتھوں آدمی لیتا ہے اور یہ تحقیق مسئلہ تقدیر کے مخالف نہیں ہے کیوں کہ مسئلہ تقدیر میں یہ بات نہیں تبلائی گئی کہ کوئی شے بلا سبب ہو جاتی ہے، ہرگز ایسا نہیں بلکہ جو کچھ تقدیر میں ہوتا ہے اس کے اسباب اول جمع ہوتے ہیں پھر وہ امر واقع ہو جاتا ہے، منجملہ اسباب تو یہ دخول جنت و دوزخ کے اعمال حسنہ یا سیئہ ہیں اسی لیے صحابہؓ نے جب اعمال کا فائدہ پوچھا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا: اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُّيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ، یعنی عمل کرتے رہو کیوں کہ ہر شخص کو وہی کام آسان ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے، قال اللہ تعالےٰ: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى وَ

---

[1] سورۃ زلزال آیت نمبر ۸،۷

اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى[۲] الاٰیۃ

خلاصہ یہ کہ جیسا یہاں کروگے برزخ اور قیامت میں اسی سے پردہ اٹھ جائیگا۔ قال اللہ تعالیٰ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ[۳] الاٰیۃ یا الٰہی ہم لوگوں کو فہم صحیح عطا فرمائیے اور اس قدر تذکر نصیب کر دیجیے کہ گناہ کے وقت اس کی جزا پیش نظر ہو جایا کرے، پھر اس سے بچنے کی بھی توفیق عطا ہو۔ آمین

۲؎ سورۃ الیل آیت نمبر ۶ تا ۱۰ ۳؎ سورۃ قٓ آیت نمبر ۲۲

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

باب چہارم

اس بیان کہ طاعت کو جزائے آخرت میں کیسا کچھ دخل و تاثیر ہے

اس کی اجمالی تحقیق تو آغاز باب سوم سے اچھی طرح دریافت ہو چکی ہے اس مقام پر صرف دو چار اعمال کی مثالی صورت دلائل سے لکھنا کافی معلوم ہوتا ہے۔

فصل ۱ - (تسبیحات کی صورتِ مثالی)

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کی صورت مثالی درخت کی سی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات کی میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شب معراج میں، انھوں نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہیے اور خبر دیجیے کہ جنت ستھری مٹی والی شیریں پانی والی ہے اور اصل میں وہ صاف میدان ہے اور اس کے درخت سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے۔

فصل ۲ - (سورۃ بقرہ اور آلِ عمران کی صورتِ مثالی)

سورۃ بقرہ اور آل عمران کی صورت مثالی مثل ٹکڑیوں بادل یا پرندوں کے ہے، نواس بن سمعان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، لایا جائے گا قرآن مجید کو قیامت کے دن اور قرآن والوں کو جو اس پر عمل کرتے تھے، آگے آگے ہو گی اس کے سورۃ بقرہ اور آل عمران جیسے دو بدلیاں ہوں سیاہ سائبان ہوں، ان کے بیچ میں ایک چمک ہو گی، وبقول محققین یہ چمک بسم اللہ کی ہے یا جیسے

قطار باندھنے والے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہوں، حجت کریں گی دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والے کی جانب سے، روایت کیا اس کو مسلمؒ نے۔

فصل ۳۔ (سورۃ الاخلاص کی صورتِ مثالی)

سورۂ قل ھو اللہ احد کی صورت مثالی مثل قصر کے ہے، سعید بن المسیبؓ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قل ھو اللہ احد دس مرتبہ پڑھے اس کے لیے جنت میں محل تیار ہوتا ہے اور جو بیس مرتبہ پڑھے اس کیلیے دو محل تیار ہوتے ہیں اور جو تیس مرتبہ پڑھے اس کے لیے تین محل تیار ہوتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بولے قسم خدا کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تب تو ہم اپنے بہت سے محل بنوالیں گے، آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ اس سے زیادہ فراغت و گنجائش والے ہیں۔ روایت کیا اس کو دارمی علیہ الرحمۃ نے۔

فصل ۴۔ (عملِ جاری کی صورت مثالی)

عمل جاری کی صورت مثالی چشمہ کی مثال ہے، اُمّ العلاء انصاریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالےٰ عنہ کیلیے خواب میں ایک چشمہ جاری دیکھا اور یہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپؐ نے فرمایا یہ ان کا عمل ہے۔ جو جاری ہوتا ہے ان کے لیے، روایت کیا اس کو بخاریؒ نے۔

فصل ۵۔ (دین کی صورت مثالی)

دین کی شکل مثالی مثل لباس کے ہے، ابو سعیدؓ خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، میں خواب میں تھا کہ لوگوں کو اپنے رُوبرو پیش ہوتے دیکھا کہ وہ کُرتے پہنے ہیں، کسی کا کُرتہ تو سینہ تک ہے کسی کا اس سے نیچے، حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو پیش ہُوئے تو ان کا کُرتہ اتنا بڑا ہے کہ زمین

لہ، بلہ کذا فی المشکوٰۃ ۱۲ منہ

پر گھسیٹتے چلتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پھر آپؐ نے اس کی کیا تعبیر لی، آپؐ نے فرمایا دین۔

فصل ۶۔ (علم کی صورت مثالی)

علم کی شکل مثالی مثل دودھ کے ہے، ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ خواب میں میرے پاس ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے اس سے پیا یہاں تک کہ اس کی سیرابی کا اثر اپنے ناخنوں سے نکلتا پایا پھر بچا ہوا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دے دیا لوگوں نے عرض کیا پھر آپؐ نے اس کی کیا تعبیر لی، آپؐ نے فرمایا علم۔

فصل ۷۔ (نماز کی صورت مثالی)

نماز کی شکل مثالی مثل نور کے ہے، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر فرمایا ارشاد فرمایا کہ جو شخص محافظت کریگا نماز پر وہ نماز اس کے لیے قیامت کے دن نورانی اور برہان اور نجات ہو گی۔

فصل ۸۔ (صراطِ مستقیم کی صورت مثالی)

صراط مستقیم کی شکل مثالی مثل پُل صراط کے ہے، امام غزالیؒ نے رسالہ حل مسائل غامضہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ پل صراط پر ایمان لانا برحق ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ پل صراط باریکی میں بال کے مانند ہے یہ تو اس کے وصف میں ظلم ہے بلکہ وہ تو بال سے بھی باریک ہے، اس میں اور بال میں کچھ مناسبت ہی نہیں جیسا کہ باریکی میں خطِ ہندسی کو جو سایہ اور دُھوپ کے مابین ہوتا ہے نہ سایہ میں اس کا شمار ہے نہ دُھوپ میں، بال کے

---

[1] نقل من ترجمہ المساۃ حقیقۃ روح انسانی ۱۲ منہ

ساتھ کچھ مناسبت نہیں، پُل صراط کی باریکی بھی خط ہندسی کے مثل ہے جس کا کچھ عرض نہیں کیوں کہ وہ صراط مستقیم کی مثال پر ہے جو باریکی میں خطِ ہندسی کی مثل ہے اور صراط مستقیم اخلاق متضادہ کی وسط حقیقی سے مُراد ہے جیسا کہ فضول خرچی اور بخل کے درمیان وسط حقیقی سخاوت ہے۔ تہوّر یعنی افراط قوتِ غضبی اور جبن یعنی بزولی کے درمیان میں شجاعت، اسراف اور تنگی خرچ کے درمیان میں وسط حقیقی میانہ روی ہے۔ تکبر اور غایت درجہ کی ذلت کے درمیان میں تواضع، شہوت اور خمود کے درمیان میں عفت، کیوں کہ ان صفتوں کی دو طرفیں ہیں ایک زیادتی دوسرے کمی، وہ دونوں مذموم ہیں افراط و تفریط کے مابین وسط ہے وہ دونوں طرف کے نہایت دوری ہے اور وہ وسط میانہ روی ہے نہ زیادتی کی طرف میں اور نہ نقصان کی طرف میں جیسا خطِ فاصل دھوپ اور سایہ کے مابین ہوتا ہے، نہ سایہ میں ہے نہ دُھوپ میں، جب اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے لیے قیامت میں صراط مستقیم کو جو خطِ ہندسی کی طرح ہے جس کا کچھ عرض نہیں ممثل کریں گے تو ہر انسان سے اس صراط پر استقامت کا مطالبہ ہوگا۔ پس جس شخص نے دنیا میں صراط مستقیم پر استقامت کی اور افراط و تفریط یعنی زیادتی و کمی کی دونوں جانبوں سے کسی جانب میلان نہ کیا وہ اس پل صراط پر برابر گزر جائے گا اور کسی طرف کو نہ جھکے گا کیوں کہ اس شخص کی عادت دنیا میں میلان سے بچنے کی تھی، سو یہ اس کا وصفِ طبعی بن گیا اور عادت طبیعت کا خاصہ ہوتی ہے سو صراط پر برابر گزر جائے گا اور ان دلائل سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ کارخانہ آخرت کا غیر منتظم نہیں ہے کہ جس کو چاہا پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا، یوں مالک حقیقی کو سب اختیار ہے مگر عادت اور وعدہ یونہی ہے کہ جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے، اسی لیے جا بجا ارشاد فرمایا ہے فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ[1] اور ارشاد فرمایا ہے سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ[2] یعنی دوڑو طرف مغفرت

---

[1] سورۃ رُوم آیت نمبر ۹ [2] سورۃ حدید آیت نمبر ۲۱

پروردگار اپنے کے اور طرف جنت کے جس کی وسعت آسمان وزمین کے برابر ہے یہ ہمارے سمجھانے کو فرمایا سو اگر جنت میں داخل ہونا بالکل غیر اختیاری ہے تو اس کی طرف دوڑنے کو کیسے حکم فرمایا ہے، یعنی اس کے اسباب اختیار میں دیتے ہیں جن پر دخولِ جنت حسبِ وعدہ آیہ مرتب ہو جاتا ہے اسی لیے بعد حکم مُسَابَقَتْ اِلَی الْجَنَّة کے ان اعمال و اسباب کو ذکر فرمایا جو یقیناً انسان کے اختیار میں ہیں، چناں چہ ارشاد ہوا۔ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ[1] یعنی یہ جنت ایسے پرہیز گاروں کے لیے تیار کی گئی ہے جو خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں اور پی جانے والے ہیں غصہ کے اور معاف کرنے والے ہیں لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب کر گزرتے ہیں کوئی بے حیائی کا کام یا ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر، فوراً یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور معافی مانگتے ہیں اپنے گناہوں کی اور سوا اللہ تعالیٰ کے گناہ کو بخشتا ہی کون ہے اور وہ لوگ اڑتے نہیں اس کام پر جو کیا انھوں نے وہ جانتے ہیں، دیکھیے اس آیت میں صاف فرمادیا گیا ہے کہ جنت ایسوں کے لیے ہے جن میں فلاں فلاں اوصاف ہیں اور یہ سب اوصاف اختیاری ہیں۔ اس کے بعد اور بھی صاف لفظوں میں بتلاتے ہیں کہ ان کاموں کے کرنے سے ضرور جنت مل ہی جاتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ[2] ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ شئے محبوب کے اسباب بھی محبوب ہوتے ہیں۔ دیکھو پلّہ دار مزدور چونکہ جانتے ہیں کہ اسباب اُٹھانے سے پیسہ ملے

---

[1] سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۵ [2] سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۱۳۶

گا سو مسافروں کے اسباب لینے اور لادنے کے لیے آپس میں کیسا جھگڑتے ہیں اور ہر شخص چاہتا ہے کہ مجھ پر یہ اسباب لادا جائے اور باوجود مشقت وتعب کے پھر بھی بوجھ لادنے میں ان کو ایک قسم کا لطف ولذت ملتی ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ جنت محبوب ہو، اللہ تعالیٰ کا لقاء محبوب ہو اور اس کے اسباب یعنی اعمال صالحہ مرغوب ومحبوب ہوں اسی لیے حدیث شریف میں وارد ہے۔ لَمْ اَرَ مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا اَوْ كَمَا قَالَ یعنی میں نے جنت کے برابر کوئی چیز عجیب نہیں دیکھی جس کا طالب سو جائے۔ جن کو دیدۂ بصیرت سے یہ مضمون کھل گیا ان کو بے شک ان اعمال شاقہ میں لطف اور راحت ملتا ہے قال اللہ تعالیٰ۔ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلَاقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ یعنی بے شک نماز ضرور گراں گزرتی ہے مگر ان لوگوں پر جو خشوع کرنے والے ہیں جن کا یہ یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور اس کی طرف رجوع ہونے والے ہیں، سو نماز کے آسان ہونے کے لیے یہ یقین معین ٹھہرا کہ ہم کو اپنے رب سے ملنا ہے، اور حدیث صحیح میں ارشاد ہے جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ یعنی نماز میں مجھ کو آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی راحت ملتی ہے۔

مشورۂ نیک

جب اعمال کی صورت مثالیہ معلوم ہو چکی تو اب تمام جزا وسزا تمہارے ہاتھوں میں ہے اگر چاہتے ہو کہ جنت کے بہت سے درخت ہمارے حصے میں آئیں تو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر خوب پڑھا کرو، اگر چاہتے ہو کہ قیامت کے دن ہم سایہ میں ہوں تو سورۂ بقرہ، آل عمران کی تلاوت کیا کرو کہ وہ سائبان کی شکل میں ہوں گی، اگر چاہتے ہو کہ ہم کو جنت کا چشمہ ملے تو خیرات جاری کیا کرو، اگر چاہتے ہو کہ خوب کپڑے ملیں

تو تقویٰ و دین کو مضبوط پکڑو، اگر چاہتے ہو کہ جنت میں دودھ کا چشمہ ملے یا حوضِ کوثر سے سیراب ہوں تو علمِ دین خوب حاصل کرو، اگر چاہتے ہو کہ پُل صراط پر پل جھپکتے گزر جاؤ تو شریعت پر خوب مستقیم رہو، اگر چاہو کہ پُل صراط پر ہمارے پاس نُور رہے تو نماز کا خوب اہتمام کیا کرو، اگر چاہو کہ ہم کو جنّت میں بہت سے محل ملیں تو خوب قل ہو اللہ پڑھا کرو؛ اسی طرح جو نعمت چاہو اس کے اسباب اختیار کرو، وہی اسباب ان نعمتوں کی شکل بن کر تم کو مل جائیں گے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وَلَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ

خاتمہ

بعض اعمالِ مخصوصہ کے بیان میں جو زیادہ مفید یا مُضر ہیں اور بعض شبہاتِ عوام کے جواب میں!

یوں تو جتنی طاعات ہیں سب ضروری ہیں اور جتنے سیئات ہیں سب مضر ہیں مگر بعض بعض اعمال جو بمنزلہ اصول کے ہیں زیادہ اہتمام کے قابل ہیں، فعلاً یا ترکاً کہ ان کے اہتمام سے دوسرے اعمال کی اصلاح کی زیادہ امید ہے ان کو ہم دو فصلوں میں لکھتے ہیں۔

فصل پہلی: (ایسی طاعات کا بیان جن کی محافظت سے طاعات کا سلسلہ باقی رہے)

ایسی طاعات کے بیان میں جن کی محافظت سے امید ہے کہ دوسری طاعات کا سلسلہ قائم ہو جائے ایک ان میں علمِ دین کا حاصل کرنا ہے خواہ کتب سے حاصل کیا جائے یا صحبتِ علماء سے بلکہ تحصیلِ کتب کے بعد بھی علماء کی صحبت ضروری ہے

اور مُراد ہماری علماء سے وہ علماء ہیں جو اپنے علم پر خود عمل کرتے ہوں اور شریعت و حقیقت کے جامع ہوں، اتباعِ سُنت کے عاشق ہوں، توسط پسند ہوں، افراط و تفریط سے بچتے ہوں، خلق پر شفیق ہوں، تعصب و عناد ان میں نہ ہو، گو اس وقت بھی بفضلہٖ تعالیٰ اس قسم کے علماء بہت ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ جیسا کہ ہمارے سردار اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے لَا یَزَالُ طَآئِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ۔ مگر ہم چند بزرگوں کا نام تبرکاً اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں تاکہ غیر مذکورین کو مذکورین پر قیاس کر سکیں اور جن کی ایسی ہی شان ہو ان کی صحبت سے مستفید ہو سکیں۔

۱. مکہ معظمہ میں حضرت سیدی مرشدی مولنا الحاج الشیخ محمد امداد اللہ صاحب دامت برکاتہم

۲. گنگوہ میں حضرت مولنا رشید احمد صاحب دامت برکاتہم۔

۳. سہارنپور میں جناب مولنا ابو الحسن صاحب مہتمم جامع مسجد سہارنپور۔

۴. دیوبند میں جناب مولنا محمود حسن صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ دیوبند۔

۵. حاجی محمد عابد صاحب مقیم مسجد چھتہ دیوبند۔

۶. انبالہ میں حضرت سائیں توکل شاہ صاحب دامت برکاتہم۔

(افسوس اس وقت ان حضرات میں سے کوئی بھی زندہ نہیں)

ایسے بزرگوں کی صحبت و خدمت جس قدر میسر ہو جائے غنیمتِ کُبرٰی و نعمتِ عظمٰی ہے اگر ہر روز ممکن نہ ہو تو ہفتہ میں آدھ گھنٹہ ضرور التزام کرے اس کے برکات خود دیکھ لے گا، ایک ان میں سے نماز ہے جس طرح ہو سکے پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھتا رہے اور حتی الامکان جماعت حاصل کرنے کی بھی کوشش کرے اور بدرجۂ مجبوری جس طرح ہاتھ آئے غنیمت ہے اس سے دربارِ الٰہی میں ایک تعلق اور ارتباط قائم رہے گا اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالےٰ اس کی حالت درست رہے گی۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی

عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ[1] الآیۃ ۔ ایک ان میں سے لوگوں سے کم بولنا اور کم ملنا اور جو کچھ بولنا ہو سوچ کر بولنا ہے، ہزاروں آفتوں سے محفوظ رہنے کا یہ ایک اعلےٰ درجہ کا آلہ ہے، ایک ان میں سے محاسبہ اور مراقبہ ہے یعنی اکثر اوقات یہ خیال رکھے کہ میں اپنے مالک کے پیش نظر ہوں میرے سب اقوال و افعال و احوال پر اُنکی نظر ہے ۔ یہ مُراقبہ ہُوا اور محاسبہ یہ کہ کوئی وقت مثلاً سوتے وقت تنہا بیٹھ کر تمام دن کے اعمال یاد کر کے یوں خیال کرے کہ اس وقت میرا حساب ہو رہا ہے اور میں جواب سے عاجز ہو ہو جاتا ہوں، ایک ان میں سے توبہ و استغفار ہے ۔ جب کبھی کوئی لغزش ہو جائے توقف نہ کرے کسی وقت یا کسی چیز کا انتظار نہ کرے فوراً تنہائی میں جا کر سجدہ میں گر کر خوب معذرت کرے اور اگر رونا آئے تو روئے ورنہ رونے کی صورت ہی بنائے یہ پانچ چیزیں ہُوئیں علم و صحبتِ علماء، نماز پنجگانہ، قلّتِ کلام و قلّتِ مخالطت، محاسبہ و مراقبہ توبہ و استغفار انشاء اللہ تعالیٰ ان تمام امور پنجگانہ کی پابندی سے جو کہ کچھ مشکل بھی نہیں، تمام طاعات کا دروازہ کھُل جائے گا ۔

فصل دوسری : (ان گناہوں کے بیان میں جن سے بچنے سے تمام معاصی سے نجات مل جاتی ہے) ایسے معاصی کے بیان میں کہ ان کے بچنے سے بفضلہٖ تعالیٰ قریب قریب تمام معاصی سے نجات ہو جاتی ہے ۔ ایک ان میں سے غیبت ہے اس سے طرح طرح کے مفاسد دنیاوی و اخروی پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے، اس میں آج کل بہت مبتلا ہیں اس سے بچنے کا سہل طریق یہ ہے کہ بلا ضرورتِ شدیدہ نہ کسی کا تذکرہ کرے نہ سُنے نہ اچھا نہ بُرا، اپنے ضروری کاموں میں مشغول رہے، ذکر کرے تو اپنا ہی کرے، اپنا دھندا کیا تھوڑا ہے جو اوروں کے ذکر کرنے کی فرصت اس کو ملتی ہے، ایک ان میں سے ظلم ہے خواہ مالی یا جانی یا زبانی مثلاً کسی کا حق مار لیا قلیل یا کثیر یا کسی کو ناحق تکلیف پہنچائی یا کسی کی بے

---

[1] سُورۃ عنکبوت آیت نمبر ۴۵

آبروئی کی، ایک ان میں سے اپنے کو بڑا سمجھنا اوروں کو حقیر سمجھنا، ظلم وغیبت وغیرہ اسی مرض سے پیدا ہوتے ہیں اور بھی خرابیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں، حقد وحسد وغضب وغیر ذالک ایک ان میں سے غصہ ہے، کبھی یاد نہیں کہ غصہ کر کے پچھتاتے نہ ہوں کیوں کہ حالت غضب میں قوتِ عقلیہ مغلوب ہو جاتی ہے سو جو کام اس وقت ہو گا عقل کے خلاف ہی ہو گا جو بات ناگفتنی تھی وہ منہ سے نکل گئی جو کام ناکردنی تھا وہ ہاتھ سے ہو گیا بعد غصہ اُترنے کے جس کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا، کبھی کبھی عمر بھر کے لیے صدمہ میں گرفتاری ہو جاتی ہے، ایک ان میں سے غیر محرم عورت یا مرد سے کسی قسم کا علاقہ رکھنا خواہ اس کو دیکھنا یا اس سے دل خوش کرنے کے لیے ہم کلام ہونا یا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا یا اس کے پسند طبع کے موافق اس کے خوش کرنے کو اپنی وضع یا کلام کو آراستہ و نرم کرنا، میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس تعلق سے جو جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جو جو مصائب پیش آتے ہیں احاطہ تحریر سے خارج ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ کسی رسالہ میں ضمناً اس کو کسی قدر زیادہ لکھنے کا ارادہ ہے۔ ان میں سے ایک طعام مشتبہ یا حرام کھانا ہے کہ اسی سے تمام ظلمات وکدورت نفسانیہ پیدا ہوتی ہیں کیوں کہ غذا اسی سے بن کر تمام اعضاء وعروق میں پھیلتی ہے پس جیسی غذا ہو گی ویسا ہی اثر تمام جوارح میں پیدا ہو گا اور ویسے ہی افعال اس سے سرزد ہوں گے۔ یہ چھ معاصی ہیں جن سے اکثر معاصی پیدا ہوتے ہیں ان کے ترک سے ان شاء اللہ تعالیٰ اوروں کا ترک بہت سہل ہو جائے گا بلکہ امید ہے کہ خود بخود متروک ہو جائیں گے اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا اب یہاں سے عوام کے بعض شبہات کا جواب دیا جاتا ہے جن سے وہ دھوکہ میں پڑے ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکہ میں ڈالتے ہیں جب کبھی ان سے التزام طاعات واجتناب معصیت کے لیے کہا جاتا ہے وہ ان ہی شبہات کو پیش کر دیا کرتے ہیں۔ یہ شبہات دو قسم کے ہیں، ایک قسم وہ شبہات ہیں جن سے صریح کفر

لازم آتا ہے مثلاً یہ شبہ کہ دُنیا نقد ہے اور آخرت نسیہ، اور نقد بہتر ہوتا ہے نسیہ سے یا یہ شبہ کہ دنیا کی لذت یقینی ہے اور آخرت کی لذت مشکوک، تو یقینی کو مشکوک کی امید میں کس طرح چھوڑ دیں جیسے کسی نے کہا ہے ؎

اب تو آرام سے گزرتی ہے　　عاقبت کی خبر خدا جانے

سو چوں کہ ہمارا روئے سخن اس وقت اہل ایمان کی طرف ہے اس کے لیے ان شبہات کو مطروح النظر کرتے ہیں[1] دوسری قسم وہ شبہات جن کا باعث جہل و غفلت ہے اس مقام پر ان کا جواب دینا مقصود ہے، ہم اس کو کئی فصلوں میں لکھتے ہیں، بتوفیق اللہ تعالےٰ

فصل ۱۔ (حق تعالیٰ شانہٗ کے غفور رحیم کے بھروسہ پر گناہ کرنا)

ایک شبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ بڑے غفور الرحیم ہیں، میرے گناہوں کی وہاں کیا حقیقت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک وہ غفور الرحیم ہیں مگر قہار و منتقم بھی تو ہیں سو تم کو کیسے معلوم ہو گیا کہ تمہارے لیے ضرور مغفرت ہو گی ممکن ہے کہ انتقام و قہر ہونے لگے۔ علاوہ اس کے آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ غفور الرحیم اس شخص کے لیے ہیں جو پچھلے گناہوں سے توبہ کرے اور آئندہ اعمال کی اصلاح کرے۔ کما قال اللہ تعالےٰ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[2] یعنی اس کے بعد تیرا پروردگار ان لوگوں

---

[1] علاوہ اس کے ان شبہات کا لغو ہونا ہر عاقل پر ظاہر ہے۔ وجود آخرت تو دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا اگر خود ان دلائل کے ثبوت میں کلام ہے تو بفضلہ تعالےٰ براہین عقلیہ اس کے اثبات کے لیے ہر وقت موجود ہیں بعد ثبوت آخرت کے نقد کو نسیہ پر مطلقاً ترجیح دینا بالکل مغالطہ ہے یہ قاعدہ اس وقت ہے کہ نسیہ اور نقد کماً و کیفاً برابر ہوں ورنہ تمام معاملات دنیا میں نسیہ کو نقد پر ترجیح دیا کرتے ہیں، پیسہ کی چیز اگر دو پیسہ میں ادھار بکنے لگے اور خریدار پر ذرا بھی اطمینان ہو خوشی خوشی سے دے ڈالتے ہیں، یہاں وہ قاعدہ کہاں گیا۔ ۱۲ منہ

[2] سورۂ نحل آیت نمبر ۱۱۹

کے لیے غفور رحیم ہے جنھوں نے نادانی سے بُرا کام کیا پھر انھوں نے توبہ کرلی اس کے بعد اور اپنے اعمال درست کرلیے اور جو بلا توبہ مرجائے تو بقدر گناہ تو مستحق عقوبت ہے اور فضل کا کوئی روکنے والا نہیں، مگر اس شخص کے پاس کیا دلیل ہے کہ میرے ساتھ یہی معاملہ ہوگا۔

فصل ۲۔ (جلد نہ کرنے کی تاویل کرنا)

ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ میاں ابھی کیا جلدی ہے آگے چل کر توبہ کرلیں گے اس شخص سے یہ کہنا چاہیے کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ ابھی تم اور زندہ رہو گے ممکن ہے کہ شب کو سوتے کے سوتے رہ جاؤ یا اگر زندگی بھی ہوئی تو توبہ کی شاید توفیق نہ ہو، یاد رکھو کہ گناہ جس قدر بڑھتا جاتا ہے دل کی سیاہی بڑھتی جاتی ہے۔ روز بروز توبہ کی توفیق کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ اکثر بلا توبہ مرجاتا ہے۔

فصل ۳۔ (توبہ کے بھروسہ پر گناہوں کے انبار جمع کرنا)

ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ میاں گناہ تو کرلیں پھر توبہ کرکے معاف کرالیں گے اس شخص سے یہ کہنا چاہیے کہ ذرا اپنی انگلی آگ کے اندر ڈال دو پھر اس پر مرہم لگادیں گے۔ یہ ہرگز گوارہ نہ ہوگا، پھر افسوس ہے کہ معصیت پر کیسے جُرأت ہوتی ہے، اس شخص کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ توبہ کی توفیق ضرور ہی ہوجائے گی یا اگر توبہ کی تو اللہ تعالےٰ کے ذمہ واجب ہے کہ توبہ قبول ہی کرلیں، پھر یہ کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان سے توبہ کرلینا اللہ تعالےٰ کے روبرو کافی نہیں بلکہ صاحبِ حق سے معاف کرانیکی ضرورت ہے

فصل ۴۔ (گناہ کرکے بہانۂ تقدیر کی آڑ)

ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ ہم کیا کریں ہماری تقدیر ہی میں یوں لکھا ہے اور یہ شبہ بہت ارزاں ہے کہ ہر کس و ناکس اس سے منتفع ہوتا ہے، صاحبو! ذرا انصاف کرنا

چاہیے کہ جس وقت گناہ کرتے ہیں خواہ اسی قصد سے کرتے ہو کہ چوں کہ ہماری تقدیر میں لکھا ہے لاؤ تقدیر کی موافقت کرلیں، ہر گز نہیں، اس وقت اس مسئلہ کا ہوش بھی نہیں رہتا۔ جب گناہ سے فراغت ہو جاتی ہے، فرصت میں تاویل سوجھتی ہے اگر انصاف کر کے دیکھو خود اس تاویل کی بے قدری دل میں سمجھتے ہوگے، دوسرے بات یہ ہے کہ اگر تقدیر پر ایسا ہی بھروسہ ہے تو دنیاوی معاملات میں اس مسئلہ پر کیوں نہیں اعتماد ہوتا ہے جب کوئی شخص تم کو جانی یا مالی ضرر پہنچا دے تو اس پر ہر گز عتاب مت کیا کرو، سمجھ لیا کرو کہ ان کی تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ شرارت کریں گے نقصان کریں گے وہاں مسئلہ تقدیر کے منکر بن جاتے ہو، یہاں سب سے بڑھ کر تقدیر پر تمہارا ہی ایمان ہوتا ہے۔

فصل ۵۔ (قسمت میں جنت یا دوزخ لکھے ہونے کا عذر)

ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ اگر قسمت میں جنت لکھی ہے تو جنت میں جائیں گے اور اگر دوزخ لکھی ہے تو دوزخ میں جائیں گے۔ محنت و مشقت سب بے کار ہے ان لوگوں سے کہنا چاہیے کہ اگر یہ بات ہے تو دنیوی معاملات میں کیوں تدبیریں و کوششیں کرتے ہو، کھانے کے لیے اس قدر اہتمام کرتے ہو، بوتے ہو، جوتتے ہو، پیستے ہو، چھانتے ہو، گوندھتے ہو پکاتے ہو، لقمہ بنا کر مُنہ میں لے جاتے ہو، چباتے ہو نگلتے ہو، کچھ بھی نہ کیا کرو، اگر قسمت میں ہے آپ ہی بن بنا کر پیٹ میں اُتر جاتے گا، نوکری کیوں کرتے ہو، کھیتی کیوں کرتے ہو،

یہ شعر کیوں پڑھ دیا کرتے ہو ؎

رزق ہر چند بے گماں برسد　　　لیک شرط است جستن از درہا

اگر اولاد کی تمنا ہوتی ہے تو نکاح کیوں کرتے ہو، پس جسطرح باوجود ثبوت تقدیر کے ان مسببات کے لیے اسبابِ خاصہ جمع کرتے ہو اسی طرح نعمائے آخرت کے لیے

وہی اسباب و اعمال صالحہ جمع کرنا ضروری ہیں۔

فصل ٦۔ (حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ حسنِ ظن کا غرور)

ایک دھوکہ یہ ہوجاتا ہے کہ حدیث میں ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ سو ہم کو اپنے رب کے ساتھ حُسنِ ظن ہے ضرور ہمارے ساتھ حسن معاملہ ہوگا۔ سو خوب یاد رکھنا چاہیے رجا و حسن ظن کے معنٰی یہ ہیں کہ اسباب کو اختیار کرکے مسبب کے مرتب ہونے کا اللہ تعالےٰ کے فضل سے منتظر رہے، اپنی تدبیر پر وثوق نہ کر بیٹھے اور جو اسباب ہی کو اڑا دیا تو یہ حُسنِ ظن نہیں ہے بلکہ غرور اور دھوکہ ہے، اس کی موٹی مثال یہ ہے کہ تخم پاشی کرکے انتظار رہو کہ اب غلہ خدا کے فضل سے پیدا ہوگا، یہ اُمید ہے اگر تخم پاشی ہی نہ کرے اور اس ہوس پر بیٹھا رہے کہ اب غلہ پیدا ہوگا تو یہ نرا جنون ہے اور دھوکہ ہے جس کا انجام افسوس وحسرت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

فصل ۷۔ (بزرگوں کی نسبت کا دھوکہ)

ایک دھوکا یہ ہوتا ہے کہ فلاں بزرگ کی اولاد ہیں یا فلاں بزرگ کے مرید ہیں یا فلاں بزرگ زندہ یا مردہ سے محبت رکھتے ہیں پس خواہ ہم کچھ ہی کریں اللہ تعالےٰ کے نزدیک مقبول و مغفور ہیں، صاحبو! اگر یہ نسبتیں صرف کافی ہوتیں تو ضرور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی کو ہرگز نہ فرماتے یَا فَاطِمَۃُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَآ اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔ یعنی اے فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اپنی جان کو جہنم سے بچاؤ کیوں کہ میں اللہ تعالےٰ کے یہاں کچھ کفایت نہیں کر سکتا، یعنی جبکہ اپنے پاس سرمایہ ایمان و اعمال صالحہ کا نہ ہو صرف نسبت کافی نہیں ہے اور ایمان و تقویٰ کے ساتھ اگر نسبت شریفہ بھی ہو تو سبحان اللہ نورٌ علیٰ نور ہے اور قیامت کے دن فائدہ بخش بھی ہوگی، کما قال اللہ تعالےٰ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ

اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ[1] یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ہم ملحق کر دیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو اور نہیں کم کریں گے ان کے عمل سے کچھ، یعنی آباء کی مقبولیت کی برکت سے اولاد کو بھی اسی درجہ میں پہنچا دیں گے اور آباؤ اجداد کے عمل میں کمی نہ ہوگی۔

فصل ۸۔ (اللہ تعالیٰ کو ہماری طاعات کی کیا پروا کا عذر)

بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری طاعت و اعمال کی پروا ہی کیا ہے صاحبو! یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے عمل کی پروا نہیں ہے نہ ان کا کوئی فائدہ مگر کیا آپ کو بھی ان منافع کی پروا نہیں جو اعمال صالحہ پر مرتب ہوتے ہیں، اور کیا نیک عمل میں آپ کا بھی فائدہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ عمل تو آپ کے لیے مقرر ہوا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے نفع کے لیے۔ سو اللہ تعالیٰ اگرچہ مستغنی ہیں مگر آپ تو مستغنی نہیں، اس کی تو بعینہٖ ایسی مثال ہے جیسے کوئی مشفق طبیب کسی مریض پر رحم کر کے کوئی دوا بتلا دے اور وہ مریض اپنی جان کا دشمن یہ کہہ کر ٹال دے کہ صاحب دوا پینے سے حکیم صاحب کا کیا فائدہ ہوگا، بھلے مانس! حکیم صاحب کا کیا فائدہ ہوتا تیرا فائدہ ہے کہ مرض سے صحت ہوگی۔

فصل ۹۔ (بعض علماء کا لوگوں کو وعظ و پند کرنے کا شبہ)

ایک شبہ بعض خشک علماء کا یہ ہوتا ہے کہ ہم دوسرے لوگوں کو وعظ و پند کرتے ہیں، ان کے اعمال کا ثواب بھی ہم کو ملتا ہے وہ اس کثرت سے ہے کہ ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتے گا، یا یہ کہ ہم کو ایسے اعمال معلوم ہیں کہ جن کے کرنے سے سینکڑوں برس کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں مثلاً سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ روزانہ کہہ لینا

---

[1] سورۂ طور آیت نمبر ۲۱

یا عرفہ یا عاشورہ کا روزہ رکھ لینا یا مکہ والوں کے لیے ایک طواف کر لینا۔ صاحبو! موٹی بات ہے اگر یہ اعمال کافی ہوں تو تمام اوامر ونواہی کا لغو ہونا لازم آتا ہے ادھر حدیث میں صاف صاف قید موجود ہے اِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ یعنی یہ اعمال اس وقت سیئات کا کفارہ بن جاتے ہیں جب کبائر سے اجتناب کیا جائے رہا یہ کہ ہم لوگوں کو وعظ وپند کرتے ہیں، صاحبو! ایسے شخص پر تو زیادہ وبال آنے والا ہے چنانچہ حدیث شریف میں واعظ بدعمل کے باب میں جو حدیثیں آئی ہیں، مشہور ومعروف ہیں

فصل ۱۰۔ (بعض جاہل فقیروں کا شبہ)

ایک شبہ بعض جاہل فقیروں کو یہ ہوتا ہے کہ ہم ریاضت ومجاہدہ کی بدولت مقام فنا تک پہنچ گئے ہیں، اب ہم کچھ رہے ہی نہیں، جو کچھ کرتا ہے وہی کرتا ہے اور ایسی واہی تباہی باتیں کرتے ہیں کہ اچھا خاصہ کفر الحاد ہو جاتا ہے، کہیں کہتے ہیں کہ دریا میں قطرہ مل گیا ہے، کہیں کہتے ہیں سمندر کو پیشاب کا قطرہ ناپاک نہیں کر سکتا کہتے ہیں ہم تو خود خدا ہیں عبادت کس کی اور معصیت کس کی، کبھی کہتے ہیں اصل مقصود یاد ہے ظاہری نماز روزہ نرا ڈھکوسلا ہے جو بہ مصلحتِ انتظام مقرر ہوا ہے، تمام تر باعثِ ان خرافات کا جہالت ہے۔

ان لوگوں کو حقائق مقامات کا علم تک نہیں اور سلوک و وصول تو کیا خاک میسر ہوا ہو گا، یہ ثمرہ غلو فی التوحید کا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ کسی رسالہ میں اس کی مفصل تحقیق لکھی جائے گی، اس مقام پر اتنی موٹی سی بات سمجھ لینا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہ کوئی واصل ہوا نہ موحد، اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کسی نے آج تک تعلیم پائی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خوف وخشیت وتوبہ استغفار واجتہاد فی العمل اور اہتمام مخالفت نفس وسزائے اعمالِ بد کو دیکھ لینا ان شبہات کے دافع ہو جانے کے لیے کافی ووافی ہے۔
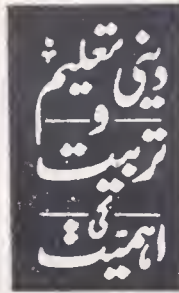
ہمارے ملک میں چھوٹے بڑے دینی مدارس و مکاتب کا ایک مسلسل سلسلہ جو قناعت و استغنا اور توکل علی اللہ کو اپنا سرمایہ بنائے ہوئے دینی تعلیم و تربیت کے کام میں مصروف ہے۔ ان مدارس نے دین اسلام کا اس کے مزاج و کردار اور پوری خصوصیت کے ساتھ تحفظ ہی نہیں کیا بلکہ ملت کے کروڑوں افراد اور ان کی آنے والی نسلوں کی تربیت میں بھی اور اسلامی تہذیب و تمدن سے وابستگی میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ بھی ایک تاریخ ہے۔ سب اس کے باوجود ایک طبقہ ایسا ہے جو دینی مدارس کی افادیت کا قائل نہیں ہے بلکہ ان کے وجود کو غیر ضروری سمجھتا ہے چنانچہ اس کی یہ کوشش رہتی ہے کہ ان مدارس و مکاتب کو عصری تعلیم کے لیے استعمال کیا جائے جو کہ ملت کے حق میں مفید ہوگا۔

اس سلسلہ میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کا درج ذیل ارشاد گرامی مشعل راہ ہے۔

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس وقت علوم دینیہ کے مدارس کا وجود مسلمانوں کے لیے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے فوق متصور نہیں دنیا میں اگر اسلام کی بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں کیونکہ اسلام نام ہے خاص عقائد و اعمال کا جس میں دیانت، معاملات، معاشرات اور اخلاق سب داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ عمل موقوف ہے علم پر اور علوم دینیہ کی بقا گو فی نفسہ مدارس پر موقوف نہیں مگر حالات وقت کے اعتبار سے ضرور مدارس پر موقوف ہے[1]۔

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ مدارس اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے لاکھوں کروڑوں درجہ بہتر ہے اس لیے گو لیاقت اور کمال حاصل نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو خراب نہ ہوں گے اور مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور بیرسٹری سے بہتر ہے جس میں ایمان میں تزلزل ہو اور خدا رسول صحابہ اور بزرگان دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثر ہی بلکہ لازمی نتیجہ ہے ہاں جس کو دین ہی کے جانے کا غم نہیں وہ جو چاہے کہے اور کرے۔[2]

[1] تجدید تعلیم و تبلیغ صفحہ ٦٦ [2] تجدید تعلیم و تبلیغ صفحہ ١٧٧

القول العزیز
نفس کا مارِ سخت جان دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل ادھر ہوا نہیں اُس نے اُدھر ڈسا نہیں
سوچ سمجھ کر چل ذرا سہل نہیں ہے راہِ عشق
دیکھ سنبھل کر رکھ قدم چوکا کہ بس گرا نہیں
ا؎ سانپ
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی یہ دبا لے کبھی تو دبا لے
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ